

وہ تہائی میں



شام کی دھوپ دھیرے دھیرے ڈھل رہی تھی ہوا کے خوشگوار جھونکے دھوپ کی تہاڑت سے آزاد ہو کر بدن سے ٹکرا کر اندر تک تراوت کا احساس ڈکار رہے تھے۔

اس نے کڑی کھول کر باہر جھانک کر دیکھ کر سرے مل جلدی سے سرائند کر لیا۔ مین کڑی کے نیچے صحن میں عید بھانسی چاہل پھرتے ہوئے مفت بھانسی سے سرگوشیوں میں جانے لگے۔ صحن کے متعلق باتیں کر رہی تھیں۔ عید بھانسی کی آنکھوں کے بدلتے زونوں سے واضح تھا کہ بات کسی شہرے کی ہو رہی ہے۔ وہ بھی کچھ اتنے پرانے میں نہیں۔ البتہ شہنشاہ کا ذکر آیا تو وہ ذرا سا چوکی کر دے سرے مل معیوب حرکت جان کر جلدی سے کڑی سے ہٹ گئی۔

یہ وہ منزلہ گھر بھی عجیب سا تھا اور اس کے رہنے والے اس سے بھی زیادہ عجیب، 'شاہیہ سب ایسے ہی ہوتے ہوں گے۔ جو ایک جملی ستم میں ایسا ہی پچھو ہو گا ہو گا۔ چوتھو وہ خود بھی اتنے ستم سے لوگوں کے درمیان نہ رہی تھی۔ وہ وہ بن بھائی تھے۔ فرمان اس سے پانچ سال چھوٹا 'اسی' لپٹا اور ایک ساڑھ تھوٹا

سا شہر پر سکون گھر۔

میں وہ اپنی پڑھائی کے سلسلے میں تھی تھی۔ اس نے ہاتھ میں رہنے کا ارادہ کیا۔ گھرا نے اسے اپنی تائی کے یہاں رہنے کا حکم سنایا۔

"بڑے محبت کرنے والے لوگ ہیں۔ ساہوہل ہیں جنہیں وہیں اپنائیت کا احساس رہے گا۔ تائی اہل مزاج کی ذرا سی تیز ہیں مگر بلی کی متا چچی ہیں۔ بلی بس تم ان کے کھیلو معاملوں میں مت الجھتا۔ ہمارا گھر ہے خواہ مخواہ میں کوئی ایسی ویسی بات نہ ہو جائے۔" یہ وہ نصیحتیں ہیں جو وہ اپنے بچے میں باندھ کر تھی تھی اور اس پر عمل پیرا تھی۔

کلیل بھائی کا پورٹن علیحدہ تھا مگر درمیان میں صرف ایک دروازہ تھا۔ وہ بھی اوجھی ساتھ میں کھٹکا ہوا تھا۔ راجیل بھائی اپنی اہل کے ساتھ ہی رہتے تھے۔ ایک عدد باری بڑی عید اور وہ دو بچوں کے ہمراہ۔ راجیل بھائی خامے ذلہ صنف انسان تھے۔ ان کے آنے سے رونق رہتی تھی۔

شہنشاہ کوہ شروع میں تو بس اتنا ہی جانتی تھی کہ وہ ستم گم کو ڈور اڑھ اور نواسی آنکھوں والے شخص ہے۔

ناولٹ



ہمت کو گرہ لگ کر غم میں نظر آگے دھڑکتے ہوئے اگلی امان
 کے پاس کچھ پریشان اور پھر عریض پڑھ جاگ شاید
 اس کا دوا کر کے مجھے میں قہر سے تو بھی آتے ہیں۔
 کھانے کے دور میں نہیں دیکھا تھا۔ آتے
 جاتے تھکے ہوئے اور جانا سلام میں وہ پل کرتی۔ بولتے
 آتے ہمت غور سے دیکھتے ہوئے ہوا جانا کچھ ہرست
 آہستہ وہ اسے پہلی بات میں زیادہ نظر آگے لگے۔ امان
 کے پاس بھی اگلی نظر آگے۔ چونکہ وہ خود بھی
 کمرے میں بند ہوئے تھے تھکے تھکے تھے
 پاس رہی کسی پر ہی انہیں اس کے بیٹے کی ذاتی ذکر
 عہد بھائی کے ساتھ بیان میں تھا۔
 "خود کو دھڑلے تیز تھک کر کہیں نری۔ اسے کچھ
 کہتے ہیں ہیں اس کا مطلب ہے میں نے کہہ
 ڈرتے جانتے ہیں۔ بس بی بی اپنی ہی عزت کا خیال
 ہے۔"

اچانک اسے غمت بھائی کی تواضعوں کی طرح
 چوٹی ہوئی سٹائی دی۔
 "بھائی کچھ کر خیال کر لیتے ہیں۔ خدا ایسے
 ہمارے میں بھی پڑھیں گے۔"

اس نے مارے جس کے کڑی کے ہمانا۔
 چاہوں کا ہوا اور اقبال اور دعا کر اہو اقبال اور سفید سفید
 ہاسٹی چاہوں چاہتا ہمارے ہوئے تھے۔ نہیں عدلیہ
 بھائی سمجھ رہی تھیں۔
 "اب باگل نہ نہیں تو کیا نہیں لکھ رہی ابلی کہ۔"
 غمت بھائی اب کا کولانی ہوئی تھیں۔ چلتی سرخ
 انگارہ۔

اس نے اوجھر اور دیکھا۔ عہد بھائی کے علاوہ تو
 کوئی نہیں تھا۔ جس پر بدنظن گردی تھیں۔ اس
 نے اور کمرے کو دل پر نظر میں ڈالیں لفظ ہمارے۔
 انکو تو کچھ میں تھا کہ کسی پر ہونے کوئی آگاہی
 حرکت کی ہے۔ پھر اسے غمت بھائی کے ہاتھ میں وہ
 چتر نظر آئے جو بیچنے کے قتل پر بیچنے کا تھا۔
 جس کو وہ چھ قتل انت کا تھا۔

وہ ایک لمبی سانس لے کر وہاں سے ہٹ گئی۔ اسی
 کی گائیڈ اور کئی کہ ان کے معاملوں میں نہیں امان۔
 یوں میں اپنے معاملے تو ہر گھر میں ہوتے ہیں۔
 ہمسایوں میں بھی ہوتی ہے تو اسی کہ ایک جان آتے
 قاب اور تو جی ہے تو اسی کہ ایک دوسرے کے خون
 کے پاس سے نظر آتے ہیں۔ وہ سر ہٹ کر کتاب کو دل
 کر کے کے ٹیٹ کی تیار کرنے لگی۔

♥ ♥ ♥ ♥ ♥

عمری بی بی وہ کاغذ جاتے ہوئے امان کی کو سام
 کرنے آئی تو امان نے سلام کا بولتے دے کر روک
 لیا اور بولیں۔
 "میں داپٹی پر شہیل لے لیا کرے گا۔ اس
 نے کچھ بتایا ہے کہ اس کا بھی رات وہی پڑا ہے اور
 اس وقت وہ کسی گھر میں آئے تھے کھانے کھاتے تھیں
 لے لیا کرے گا۔"

وہ میں نے تو انہیں بھی لے کر نہیں دیکھا۔ اس نے
 سوچا کہ کیا نہیں امان اسے شرمندہ ضرور ہوئی۔
 "حق تو یہ بیان ہوں کہ میرے لیے کچھ بس
 میں آتے جاتے ہیں وقت نہیں ہوتی۔ اور بس کاغذ
 کے پاہری مل جاتی ہے۔"

"نور چنان ہوئے والی کون سی بات ہے اس کا میں
 راستہ پڑا ہو گا کتب سے تو مجھے ملے ہوتے۔"

وہ اگلی مل کی سبہ دیا بی بی تھیں وہ کھڑا کر رہی
 اگل گئی۔ داپٹی پر وہ اپنی گاڑی سے کھد لگے اس کا
 منتظر تھا۔

"آپ نا حق زحمت اٹھارے ہیں۔ میں کوئی کتب
 کی ذمہ داری تو نہیں ہوں۔" وہ جھجک کر بولا۔
 "میں اس عزت پر ہوا امت محسوس کر رہی تھی۔
 میں جس زحمت کا تو سوال ہی نہیں ہے۔" بی بی
 تلفظ سے کہہ اسے بھی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔
 "تو پھر اسے کیا کہتے ہیں۔" وہ ہلکے سے مسکرائی۔
 اس نے چونکہ اس کی طرف دیکھا ایک وہ مل سر
 اسی زامو سے پر لیا۔ پھر بولیا مسکرا کر گاڑی کا شارت

کردی۔ وہ اپنی اس بے اختیاران حرکت پر عجیب
 گئی آتی ہے لکھی تو سر مال اس کے درمیان نہ تھی۔
 بیک کوش دیا وہ کڑی سے باہر دھکی رہی۔
 تب اس کی دھکی بھاری تواضع رہی۔
 "میں یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔ میرا
 مطلب ہے اپنے کسی بیٹے میں وقت تو چڑیں
 نہیں آتی ہے۔"

"میں۔" باگل بھی نہیں۔ "وہ اس کی طرف من
 کر کے بول۔ پھر مسکرائی۔
 "کسی کی اطلاع نہیں لی اس کے عرض ہے کہ میں نے
 آج تک نہ تو نہیں لی۔ اس کے ہاں وہ ہریش اسے ان
 کر لے گیا ہے میرا۔" اس کے لیے میں میں موصمان کفر
 تھا۔ وہ بی بی انداز میں بول کر کہہ لیا کہ بولا۔
 "اس کے کمر کھوئی کہ اس نے گاڑی ایک اس
 کر بھار کے سامنے دو کدی وہ پڑھا تھا۔
 "اس کے کمر کی آفر کوئی رو نہیں کر۔ اس کے کمر
 چڑی ایسی ہے۔" اصولاً تو مجھے پوچھنا ہی نہیں
 چاہیے۔ کھانا دیا ہے۔" وہ اس کے لیے کمرے کے
 شارت میں تھوپی کر رہا میں دیکھ کر کھلے سے بنا
 اور ہارن کی تواضع پر بھاگ کر گئے والے اس کے ہاتھ
 پندہ کا کر دینے لگا۔ پھر اس کی ستر کے بولا۔
 "میں جتا تو ملے کہ ہمارے شرم میں کیا چھوٹا
 ہے۔" وہ تجھ کو یہ ہے انام کو کھلے سے بولا۔
 اپنی باتیں میں کر لیتے ہے۔ تو مجھے کسی نہ صرف
 آکھوں سے ہی ہوتا ہے۔ آکھوں سے تو نہ وہ اب
 بھی کھلے تھا۔ پڑی پڑی آکھیں جو اپنے اندر عجیب
 سا طعم رشتہ میں وہ ہی امان اور اس کے نظریں
 لگاتے سے گزرتی تھی۔

♥ ♥ ♥ ♥ ♥

صبح وہ کاغذ کے لیے لکھی تو وہ اپنی گاڑی میں اس کا
 منتظر تھا۔
 "آپ کی ذمہ داری صرف یہ کرنے کی تھی ڈراپ
 کرنے کی تو نہیں تھا۔" اس نے اپنا ایلو پٹے سرے

جہاں سے اسے حیرت سے دیکھا۔
 "جن اقلق سے بدلی تھا کھانا کھا چھوٹیں بھی
 کاغذ چھوڑا ہوا پانچا پانچوں۔" اس نے بے نیازی سے
 کہتے ہوئے اس کے فرشتہ دار کھل دیا۔
 پھر اسے افاقہ تھا۔ ہونے لگے وہ کسی بھاری
 ہو گئی۔ داپٹی پر وہ اسے بھی بھی آگ کریم کھانا
 بھی بعد اسرار کر۔
 وہ اپنی باتیں کھولے بی بی ہوئی تو اس کی بعد
 کرنے لگا۔
 "تو میں جس وقت میں باگل فارغ
 ہوں۔"

اچانک اسے محسوس ہوا کہ کمرے کیوں میں کچھ
 کمرے کچھ ہونے لگی ہے۔ غمت بھائی دھڑلے اور نظر
 آتے جی تھیں۔ اور ان وقت تو اس نے لگی جاتے
 کیا کمرے پر کرتی رہیں۔ اسے حق تو نظروں سے
 دیکھیں اب وہ اپنی کم من ہوں نہیں کسی کہ وہاں
 مسکرا ہوں اور آکھوں کے انداز و رنگ کو نہ جان
 پاتے۔
 بی بی کو وہ حق فقرے بھی اس کے کلاں میں
 پڑنے لگے۔
 "شہیل کچھ اچھی شکار و مل کی ہے۔"
 "ہاں بھی کمر کی ہی شکار و مل کی ہے۔"
 عہد بھائی بھی آکھوں کو کھلے سے کھانا دیکھیں پھر
 بڑی ممانعت سے اسے غلاب کر تھیں۔
 "شہیل واقعی بہت مزہ ہے اس سے دو دو کو
 قاکے میں رہو گی اس سے چارے کی قدر ہی نہ
 ہو گی۔" آخری جملہ کہتے ہوئے وہ لکھی سانس پھر
 کر رہا تھیں۔

"بھناؤ ہیں اور زمین ہے غصہ ہاتھ ہی رہے
 ہیں بے چارے کے۔" ایک اور لکھی سانس اور
 ان کی لکھی سانس کا سلسلہ جاری رہتا وہ کھجور کر
 وہاں سے اٹھ چلی۔

♥ ♥ ♥ ♥ ♥

اس روزہ کالج اسے لینے آیا تو دوسرا دھری کا ہوا
کے دوران ہوئی۔
”آپ کی ذات کی تہمت دھرم سے آپ کے گھر
میں۔“ اس نے بولا ”ابو دینا کا کراس کی طرف دیکھا“
ایرازا ششما سے ساتھ۔

”ہی آپ کی بھالیوں تو آپ کی بڑی قد و دان
معلوم ہوئی ہیں۔“ آپ کی طرف آپ کے چہرے بھی
کرتی ہیں۔ ”تو چھٹا“ آپ سے محبت کرتی ہیں۔“ وہ
بگے سے کوئی کراس سناٹا ہے اس کے چہرے پر
کوئی خوشگوار تاثر نہیں ابھرا۔ بلکہ وہ ہم اشتراک
انڈاز میں سر کو خلیفہ سی جنبش دے کر بیٹھا۔
”جانتا ہوں ان سب کی بچی بھائیوں کو۔ اوستہ!
تھوڑی کے رہیں میں لپی ہوئی بتائی تمہیں۔“ اس کا
لہجہ پریش تھا۔

”جی ہر دوری۔“ اس نے حیرت سے اس پر نگاہ
ڈالی۔
”اچھا خاصا خوبصورت“ دل انکھ کھٹے“ اور
استیلا میں شخص کس سے بھی قتل تھوڑی نہیں
لگتا تھا۔

”پونزو“ آج میرا دل چاہ رہا ہے کسی اچھے سے
رہنمائی میں چل کر کے کہ۔“ وہ اپنے چہرے کے
گماں استیلا کر خوشگوار سے گویا ہوا۔
”جی نہیں“ تن عدیہ بھائی کا چلیو بیٹے کا
پرگرام تھا اور مجھے چلیو ڈسٹر بہت پسند ہیں۔“ گھر پر
سی تھا میں گے۔“

”گھر۔“ وہ بے بیچ کر دینا اسکرین کو گھورنے لگا۔
اس کی شافٹ میں کوئی شے لہرا کر گھر ہو گئے۔
”کمرے“ لکھ کر وہ تھوڑی دیر کی خوشصورت
معلوم ہوئی ہے۔ بہت بہت زیادہ۔“ اس نے ایک
طویل سانس بھری پھر اس کی طرف دیکھا۔
”پاکل تمہاری طرح بچاں، منکلی، مسکراتی،
رنگین۔“

اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس کے لیے میں کچھ
ایسا تھا۔ یہ انکھوں میں آیا پھر اس کی آنکھوں میں۔ وہ

بلیکس جھکا کر سامنے دینا اسکرین کو دیکھتی رہ گئی۔
تم سے جو سختی میں دنیا کی دنیا داروں
عشق کی دہرے کے سامنے میں راحت سے بہت
اس نے کن انکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔ پھر
بلیکس ہی کے ساتھ سر ہٹاتے ہوئے بولا۔

”چلیو رینٹورنٹ بھی یہاں بہت اچھے ہیں۔“ یہ
جاری عدیہ بھائی کیا ایسا بتائی ہوں گی۔ وہ اسی
امریکیوں سے گاڑی ایک ششما سڑک پر لائے ہوئے
بولتا تھا۔ پھر وہ ہوا نہ ہو۔ جسے کوئی پھر نہیں لائی۔ وہ
اس کے دل کی سانس بھیلی تھی۔ جب کہ وہ اس
پہل میں بیٹے والے منتشر واروں کے حصار میں
تھی۔

وہ گاڑی ایک چلیو رینٹورنٹ کے پارکنگ
لڈ میں روک چکا تھا۔ انکار کرنے کی پوزیشن میں وہ
نہرے کی۔ وہ گاڑی سے چلی نکلا گاڑی سے
پھرتا تھا۔ وہ سناٹے گاڑی کا شادہ لائی۔
گمانا تو اچھے سے حد اچھا تھا گھر اس کے پاس وہ وہ اس
رہمت سے نہ کھا گیا۔ پتا وہ کھا رہا تھا۔ ساتھ ہی
ساتھ وہ دوسرا دھری کا ہوا اس کے کالوں میں داخل ہوا

تھا۔ جی جی کوئی عجیب سا اسرار سا۔ تو مٹی سا
مستک ہنسا اس کی ہانپتے سے گویا اس کے دل کے
ساز پر مضبوطی دیا۔ وہ گھاسی چالی۔
وہ جی سے وہ نہ کر کے بولی۔

”صہل پلیر“ آندھ آپ باہر کھانا کھانے کی
فرمائش نہیں کریں گے۔ پھر اچھا نہیں لگے۔“ وہ اس
کی آنکھوں کے اندر کے نوپ میں بولی۔
”کرتھے تو اچھا لگتا ہے۔“ وہ بارہ والی سے کہہ
اپنا گاڑی گاڑی سناٹ کر دیا تھا وہ اسے پھر کر رہی۔

”ایک مرتبہ ہمیں زندگی سے اپنا حصہ وصول
کر رہا ہوں۔“ سنے اٹھنے لگے چرا رہا ہوں۔ اس سے
کیسے دیکھا رہا ہوں۔ اپنے لیے انسان ہر وقت نہ
کسی جی جی کوئی سکتا ہے۔“

وہ گاڑی سے اتر دی تھی۔ تب وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر
برداشت اس کی آنکھوں میں جھانک کر کہہ رہا تھا۔

وہ کوئی تاجیہ لٹا کر لڑکی نہ تھی کہ آنکھوں کے وہ
رنگ نہ پچھائی تھی کسی ترمیمی کے محتاج نہیں ہوتے۔
اس نے اپنا ہاتھ سرعت سے کھینچ لیا گھر اسے
پسے کوئی طوفان تھا اس کے دھوکہ دہو کہ وہاں اتر گیا
ہو۔ کمرے میں بند ہو کر جی اس نے کی پاریا ہاتھ
کو دیکھا۔ بلیکس ہی میں محسوس ہوا تھا جیسے کوئی بچہ
ہوا ان کا دھری میں رکھا ہوا۔ جس کی جنبش اس کی ہر
رگ کو چھو رہی ہو۔

♥ ♥ ♥ ♥
حرف تازہ سی خوشبو میں لکھا جاتا ہے
پاپ لک اور محبت کا کھلا جاتا ہے
ایک لمبے کو توجہ نہیں حاصل اس کی
اور یہ جی کہ اس حد سے سوا جاتا ہے
وہ اس کا رنجہ کھل کرنے کے بعد اس کے کمرے
میں جانے کی وقت رکھ گیا تھا۔ اور ساتھ ہی جی جی
کے لئے کہ اس کی خوبصورت وینڈر لائننگش پڑوین
ٹائری فریڈ بھی پکڑ رہی تھی۔

ایک قلاب تمہے قرار ہے مانع وہ نہ
کل کو مطمئن ہے کیا دست مہا جاتا ہے
رستہ ہی رستہ سے اس دل میں مسافر میرے
اور محض حیرا قفل لکھ پا جاتا ہے
رات کو مان لیا دل نے مقدر لیکن
رات کے ہاتھ پر کوئی دیا جاتا ہے
پھر پڑا پھر تھا اس کی زندگی کی سکون بھیلی
میں کہ ہزار واروں سے کن ایک قیامت پہا کر گئے تھے
اس کے اندر کو حور وہ اس کے تمام راستے مسدود کیے
پہا تھا۔ سامنے اسے سینٹا چلنا تھا۔

”خیر“ مجھے اپنے جذبات کے انکار کے اس
پر لینے پر کوئی شرمندگی نہیں ہے۔ میرے جذبات میرا
سہرا ہیں۔ میں محبت میں انکار کا قاتل ہوں
اور وقت انکار کا اس لیے کہ میں کبھی کبھی نہیں
پاتا ہوں۔ اس بات کا جاتا ہوں۔“ وہ اس کا راستہ
دکھانے لگا۔

وہ اس سے لڑائی پھر رہی تھی۔ اس کے آنے سے

خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں
کے لیے نئے سال کا تحفہ

میرے خواب ریزہ ریزہ ماہنامہ
= 300 روپے

اک دیا جلائے رکھنا — ماہنامہ
= 300 روپے
لاحاصل — غیر و احمد

= 180 روپے
شہر دل کے دروازے شادی پتہ دھری
= 300 روپے

4 ہول ایک ساتھ خریدنے پر معروف ذی
ٹی پر وگرام ”کھانا خزانہ“ انتخاب
تحریہ بنجیو پور — آپ 50%
ڈسکاؤنٹ کے ساتھ حاصل کریں۔

☆ ☆
یہ رعایت صرف ہماری شاپ مکتبہ
عمران ڈائجسٹ اردو بازار کراچی پر
ہے۔ یہ ناول پاکستان کے ہر اچھے بک
اشال پر دستیاب ہیں۔

بھائی کی بڑا ہاٹ نے اس میں ارتعاش پیدا کیا تھا۔

”یہ تو سعدیہ کی آپا کی وجہ سے ہواشت کر رہے ہیں اسے ورنہ تو کب کی لہاں اسے نکال باہر کر چلی ہوتیں۔ تو یہ تو بہت حرکتیں دیکھو ذرا۔“ انہوں نے عسکری پر ایک نگاہ ڈال کر مستطافہ سانس کھینچی۔ مگر عسکری کو ان کی آنکھوں میں تہمت سے زیادہ استہزاء کی مسکراہٹ لگتی محسوس ہوئی۔

پھر وہ شاہی لہاں کی نگاہوں کے اشارے پر پلٹ کر وہاں سے چلی گئیں۔ ساتھ ہی ان کے تھامے دار قسم کے شوہر جیل بھائی بھی چلے گئے۔ وہ اور لہاں صحن کے قلعے اجالے میں ایک دوسرے کے مقابل چپ چاپ کھڑے رہ گئے۔ پھر لہاں جیسے اچانک یوں چوٹیں جیسے خواب سے بیدار ہوئی ہوں۔

”ارے تم تو پوری جھجک رہی ہو۔ جاؤ شاہپاش کپڑے بدل لو، لٹھ لگ جائے گی۔ پرانی امانت ہو بچے۔ کہیں بیمار شہزادہ پڑ جائے۔ جاؤ جلدی جاؤ۔“

لہاں کے دھیان دلانے پر اسے بھی ایک ایک بدن پر لٹھ لگا کا احساس ہونے لگا۔ باہاں کی لٹوں سے پانی ٹپ ٹپ کر رہا تھا۔

کپڑے بدل کر وہ چپکے سے لہاں کے کمرے میں آکر ان کے پاس بیٹھ کر چٹھہ کر بیٹھ گئی۔ اس کے لٹھ سے لٹھ سے ہاتھ لہاں اپنے پیروں پر محسوس کر کے چوٹیں۔ اور آنکھوں پر دھرا بازو پٹا کر اسے دیکھا۔ ایک جھلی سی آواز سانس ہی ان کے لہوں سے آواز ہو گئی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

”میرا بچہ شہنشاہ دو سال سے اس آگ میں جھلس رہا ہے۔ میں نے ان دو سالوں میں پہلی بار اسے اتنا خوش دیکھا ہے۔ اس کے لہوں پر مسکراہٹ دیکھی ہے۔ مگر اس ڈاکٹر پرنسپل کو وہ بھی گوارا نہیں۔ چھین لی اس نے میرے بچے کی ہنسی کھا گئی ہے وہ میرے بچے کی خوشیاں پرنسپل نہیں کی۔“

”کون۔۔۔ کون۔۔۔ لہاں؟“ اس کا دل بیٹنے کی وجہ سے تڑپنے لگا۔ ایک انجانے خوف سے اس کی تواڑ کانپ گئی۔

”ارے یہی ربیعہ! شہنشاہ کی بیوی۔“ لہاں کے لیے میں جیسے آگ تلک لگی تھی۔

”بیوی کیا ہے بس زبردستی کا سودا ہے۔ اتنی ہی کر دی ہے اس نے ہماری زندگی میرے بچے نے قربانی دی ہے۔ صرف قربانی دی ہے۔ مگر کیا تھا ایک مل اس کی زندگی میں سکون کا نہ آئے گا۔“ لہاں اس کے ذہن و دل کی حالت سے بے خبر اپنی ہی کچے جاری تھیں۔

”شہنشاہ کی بیوی۔“

یہ جملہ کسی ہم کی طرح اس کے اعصاب پر گرا تھا۔ اور اسے لگ رہا تھا اس کے اعصاب ہی نہیں اس کے ارد گرد کی ہر شے دھنکی ہوئی۔ روٹی کی مانند بکھر رہی ہو۔

”سعدیہ کی وجہ سے اس مخلوق کو ہواشت کر رہے ہیں ورنہ کب کی میں اپنے بچے کی اس سے جان بچا رہتی۔ تو اگر سعدیہ کا مسئلہ نہ ہوتا تو یہ بد بخت آتی ہی لگیوں اس گھر میں میرے شہنشاہ کی دامن بن کر۔“ لہاں نے ایک افسردہ سانس بکھر کر ماتھے پر زور سے ہاتھ مارا۔ پھر بذریعہ ہی ہو کر بیٹھ کے۔ بیک سے ٹیک لگائی۔

عسکری نے ایک لٹھ اپنی جلتی آنکھیں بند کر لیں۔ پھر آہستگی سے کھول کر دل کے اندر کے شور کو دہاتے ہوئے ہوئی۔

”اس شادی کی کیا وجہ تھی؟“ لہاں کے سینے سے ایک دھک بھری تو لٹھ لگتی۔ مگر وہ نہیں جانتی تھیں کہ ان کے سامنے قیامی اس ناؤک سی لڑکی کا دل کسی بڑی طرح ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو رہا ہے۔ وہ کسی مشکل سے اپنے اعصاب کو سنبھالے ہوئے تھی۔

لہاں نے مختصراً اسے بتایا۔

سعدیہ کی لہاں کی بیٹی تھیں۔ تین بھائیوں کی اکلوتی بہن جس کی مصطفیٰ ایک سال رہی پھر نکاح ہوا جو تقریباً سال بھر رہا۔ مگر مصطفیٰ سے چند ماہ پہلے اس کے سرسرا والوں نے عجیب شرط رکھ دی کہ اگر وہ ان کی بیٹی ربیعہ سے اپنے بیٹے شہنشاہ کی شادی کریں تو وہ سعدیہ کی رخصتی کر آئیں گے۔ ورنہ فراز سعدیہ کو

نے گھبرا کر ہلادی سے اس کی طرف دیکھا مگر وہ سرے
 پر اس کی آگے بڑھ کر اس کی زانو سے رو رہی تھی۔
 ایک بے حد اچھے نقش کی دھلی پٹی لڑکی اپنے
 پاؤں کی پٹی چنی آگے لیے اس کے باطن سامنے
 کھڑی تھی۔ گھٹا ہوا اندری رنگ جس میں عجیب سی
 آگاہی محسوس ہو رہی تھی۔
 چلتے چلتے پاؤں اور ہاتھ تیرپ پاؤں نے شاید اس کے
 پرکشش سراپے اور چہرے کو گھبرا دیا تھا اس پر
 نقش میں تھوکی تیرپڑنے سے وہی کسی سر پروری
 کر دی۔
 "میری بے بسی اور بے اختیار کاری کا تمنا دیکھتے تھے
 ہو عربی صاحب؟" عیدم وہ زور سے کھٹکھٹاتی تھی
 اس کی ہنسی میں جیسے سراپے کی پتلا کڑیاں تھیں۔ جو
 عربی کو اپنے خود سے پہچانی محسوس ہو میں۔
 "یہ میرا کہو؟" شہنشاہ کا نہیں۔ اس کا کہہ "وہ"
 ہے۔ اس نے اعلیٰ افکار اشارہ کیا۔ پھر جی۔ مگر
 اس تک رسائی حاصل کرنے کے لیے بہت پار چلنے
 پڑیں گے۔
 "فٹ اپ!" اسے اپنی پٹائی بندم ملتی ہوئی
 محسوس ہونے لگی۔ وہ اپنے گھر سے جو اس منیجر کو
 اس کی طرف پہ نظر غور دیتے تھے۔ گیارہ ایک ہفتی سی
 سانس بھر کر لئی۔
 "میں صرف تم سے ملنے آئی ہوں۔ تم ہی ہونا
 رہیں۔ یہ شہنشاہ۔"
 وہ چوچا۔ ایک ہل اس کی آنکھوں میں حیرت کی
 کیفیت، جھلکی جو دوسرے ہل معدوم ہو گئی۔ وہ بے
 نیازی سے کندھے اچکا کر اپنے دل لگی۔
 "میں آئے اور مجھ سے ملنے کی اس ذمت کا
 سبب وہ چھ مہینے ہیں۔ وہیں میں اپنے کسی بھی طور پر
 تادم نہیں ہوں یہ تو شکر کو کہانی حضرت افکار مگر کوئی
 ہوا وہ آقا تو عمر اس وقت پہلے پہل دھونے کے بجائے
 کسی ہسپتال کے بڈ پر لپٹی رہی وہ تھیں۔ اور مسٹر
 شہنشاہ بھی شاید۔ خیر تم مہمان میں اس گھر میں
 سو میں نے کسی خودی رواداری دلا دی۔"

اس نے احسان بنائے والے انداز میں اس کی
 طرف دیکھا۔
 "میں بھی تمہارے کسی طور پر شکوکہ کرنے نہیں
 آتی۔" وہ اس کے لبہ دہنے کو نظر انداز کرتے ہوئے
 بولی۔
 "میں تو صرف اس کا سبب معلوم کرنے آئی ہوں
 کہ تمہیں اس کی ضرورت میں پیش آتی۔" اس نے
 کہتے ہوئے ایک طائرانہ نظر اٹھ کر سے ڈالی۔
 یہاں بھی عجیب حد تک فکری دھاتی دے رہی
 تھی۔ سب سے حیرت ہوئی ایک صورت کا مگر وہاں چہرہ
 کا بھی کڑ نہیں تھا۔ اس پر ہی طرح بد فکری اور بے
 ترتیبی کا شکار تھا۔ ایک لمحے کو اسے شہنشاہ کی
 قسمت پر دم کیا۔
 "تم کو ہوتی ہو یہ سب پہنچنے والی۔" وہ
 اچانک اس کے بعد قریب اگر لڑکا عورتوں کی
 طرح بولی۔ عربی نے دیکھا اس کی چال میں کسی حد
 تک لڑکھاہٹ تھی۔ مگر اس کا دلیر نہ تو لڑکا تھا نہ
 محفل ہوا تھا۔ وہ کتنی ہی ہوتی تھا۔ اس کے
 سامنے تھی۔ جیسے کہ وہی وہ ہے۔ تو اس پہلے کو
 ہٹا کر بھوک۔
 وہ غیر محسوس طور پر گھبرا کر ڈرا پیچے ہوئی۔
 "تمہیں غلط فہمی ہوتی ہے کہ۔
 میں نہیں اور شہنشاہ۔" شہنشاہ نے پہلی گرجا
 پر راند کر رکھی۔ اس کی ہنسی نے اس کا سارا احوال نکیر
 دیا۔
 "ہاں تم اور شہنشاہ ہوں۔ رک یوں کہیں؟"
 اس نے تیرا استیغناہ انداز میں اس کا چہرہ دیکھا۔
 "عربی صاحب! میں بے وقوف نہیں ہوں نہ بالکل
 صحیح ہر ایک ہمارے کہ تمہیں کا بیچ چھوڑنے چاہا تو اپنی پر
 مستحق نہیں ہوں۔ ان فکشن تمہارا اس کے ساتھ
 نہیں فکھل کرنا اور رات ایک نامعلوم کے ہاتھ میں
 ہاتھ دے کر مرنے سے بچ رہیوں۔ یہ جہد کر اس سے
 مشتعل کا کامل منہ" یہ سب کس رشتے میں تعلق کی
 طرف اشارہ کرتے ہیں۔"

"فٹ اپ!" اسی ذات کا تو اس کے پاس تصور بھی
 نہیں تھا اسے نگاہ خرمی کی کھانیاں میں کر رہی تھی
 ہاری ہو۔ بچہ ہر مسات سے پھوٹ نکلا۔ وہ نظریں
 اٹھانے کی ہمت نہ نہ کر پائی۔ نہ ہی فوری رد عمل کے
 طور پر بچہ کہنے کے قابل رہی اپنی کے احساس نے
 اس کی قوت کو گائی گویا سب کو یکدم مٹا دیا ہر
 نکل کر یہ حال آتی تھی۔
 مگر جو اندر رہتی تھی۔ اس کا احساس پیچے آکر
 اپنی اس جلدی دیا۔
 وہ جگ نہ تھی رات بھر جاتے کے پاٹ سراس قدر
 ہمارے ہو رہا تھا۔ دبا تھا مگر کی جگہ نہ مصل پر کوئی
 دینی چارہ نہ دیا گیا۔ وہ اور وہ شہنشاہ کا رہنا نہ کہ نہیں
 باقی تھی۔ اس وقت کے جس صلہ سے رات بھر
 فوری تھی اس کا منہ دیکھ کر نے سر سے سے بھلا
 نہیں جانتی تھی۔ اسے جب نہیں ہو گیا کہ وہ شہنشاہ
 کے چہرے کا وہ کاتب دیا ہوا تھا۔
 اسے دیکھ رہا تھی کے ساتھ فکشن ہاں بھی نظر
 آتھیں۔ گویا اس نے جگ عدیہ رہا تھی نے رات کی
 استوری اس میں سنائی تھی۔ وہ دونوں کے چہرے پر کچھ
 غیر معمولی پن دکھائی دے رہا تھا۔ عربی کو دلچسپ
 دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے تھے۔ شاید
 ذہن پر سرکاری بھی تھیں وہ غلط فہمی سے دوستانہ
 پر لیں کس پاس بٹھ کر لگی۔
 "تمہاری طبیعت عجیب نہیں ہے۔" عربی نے بھی نہیں
 گھٹیں۔ "فکشن بھلا ہے۔ پڑی اپنا نیت ہے تو بچا۔
 اس کے جواب دینے سے پہلے عربی نے بھی فکشن سے
 باتیں۔
 "کہا ہے یہ رات جو کچھ ہو" اس نے طبیعت
 خراب تو ہوئی تھی۔ فیند کہاں آئی ہوئی اسے رات
 بھر دیکھتے ہوئے تھا اچھا ہی ہوا عربی نے بھی یہی کہہ
 اس کے میں جان لیا۔ "اس نے فکشن کو عربی نے بھی کو
 دیکھا۔ ان کے لیے میں چھو چکا اور استیغناہ
 منکراہٹ تو محسوس کیا۔
 "میری طبیعت بالکل فیک ہے میں وہ رات ابان

کے پاس بھیجی جائیں گئی رہی۔ پول دیر سے سونے کی
 وجہ سے صبح آگاہ نہ عمل تھی۔" وضاحت کر رہی تھی
 ضروری تھا۔
 "چلو اچھا ہوا ابان آپ نے شہنشاہ کی بیوی کے
 بارے میں کسری نہ بتایا۔ بلکہ پہلے ہی بتا دیں تو وہ ان
 اچھا ہوگا۔"
 فکشن بھی لای کی طرف منہ کر کے ہو گئی۔
 اسے دھتھوٹے ہوئے لگی وہ چاہے کاک افکار کوئی
 ہو گئی اور گرل کے پاس جا کر چپ چاپ چائے کی
 چیکل بھرے لگی۔
 اتنی فیکسی تھی تھیں کہ وہاں ہمارے کے خاکی
 معاملات سے خود کو دوری رکھنا۔ اس نے اپنی راجائی کتب
 حدود رہا۔ وہاں کو خوش تو اس نے بھی یہی کی تھی
 کتب جانے تھے خود بخود اس طرح کے معاملات کا
 پلٹش میں پائی۔
 "صرف اس شخص کی وجہ سے۔" اس نے لب
 بچنے کر شہنشاہ کے تصور کو شے سے بڑا کر۔
 دوسرے پہلے دل سے اسے سر دوش کرتے ہوئے آئینہ
 دکھایا۔
 صرف شہنشاہ!
 "اگر صرف شہنشاہ کا تصور ہے پھر تو سارا سنی
 نوع تو یہ تصور ملتی جائے گی کہ تصور تو شہنشاہ کا
 ہے کہ وہ کاکار تاجا ہے۔ ابن توم کو۔ انسان تو معلوم
 ہے پھر وہ کیل دوش میں چاہے کاک۔ دوش میں تو صرف
 شہنشاہ کو جانا چاہیے۔ یہ تو فیکشن کی کہ "قد قرآن کا
 نزول اور اسلامی تعلیمات جس فکشن اور شہنشاہ کا قبو
 میں گئے۔ اسے بچانے کے ہیں۔
 نہیں عربی! تصور صرف شہنشاہ کا نہیں
 تمہارے فکشن کا ہے تم نے بچا نہیں۔ اور آج
 اس نے تمہیں منہ کے مل ذات اور فکشن میں
 گرا دیا۔"
 اور اسے فکشن اور عربی نے بھی لگی ان کا ہوں سے
 عجیب سی دھتھوٹ اور نداشت ہونے لگی تھی۔ اس کا
 دل چاہا وہاں سے بھاگ جائے۔ بلکہ اس پر یہی دیا

سے چھپ جائے اور کسی کو نے میں منہ چھپا کر گئی پھر
 کروئے چھوڑ دیا۔ تو کیا وہ اس وقت اس گھر سے بھی
 جانے کی پوزیشن میں نہیں تھی اس کے اگلا ہم بے حد
 قریب تھے اور اس کا آخری سال تھا جس کے لیے
 اس نے اتنی قربانیاں دی تھیں۔

”دوسرے دن بھی وہ کلچ کے لیے چپکے سے نکلی تاکہ
 شہنیل سے سامنا نہ ہو۔ مگر وہ تو گویا اس کا منتظر تھا۔
 گاڑی سے ٹپک دنگے کھڑا تھا۔ اسے دیکھتے ہی دروازہ
 کھول دیا۔ وہ بے بس ہو گئی کیونکہ وہ کم از کم گھر کے
 پورے میں کوئی تماشہ افروز نہیں کر سکتی تھی۔ سو چپ
 چاپ معمول کے مطابق بند ہو گئی۔

سب کو دل کے داغ دکھائے ایک جیسی کو دکھانہ سکے
 تیرا دامن دور نہیں تھا ہاتھ ہماری پھیلا نہ سکے
 اس نے ایک کمری افسوس سانس بھر کر اس کی
 طرف دیکھا تھا۔ وہ کھڑکی کی طرف رخ کیے دل میں
 ہزار طوفان بولنے لگی تھی۔

”ممری! تمہیں ساری بات کا علم ہو تو کیا ہے نا۔
 اماں نے شاید تمہیں سب کچھ بتا دیا ہو گا۔“

”جیسا ہونا اگر یہ سب کچھ آپ ہی بتا دیتے۔ اور
 بہت پہلے ہی بتا دیتے۔“ ایک چٹختی مسکرتی ہنسی اس کے
 لبوں پر اکر ٹوٹ گئی۔

”میں نے بہت کوشش کی تھی بار سوچا تاکہ تم کو
 نہیں کیوں بتانے کی بہت نہ کر سکے۔“ وہ اضطرابی انداز
 میں پیشانی پر ابھری رگوں پر انگلیاں دگڑنے لگا پھر ایک
 جلیبی سی حسانہ سانس بھر کر مشکل پر گاڑی روکتے
 ہوئے اس کی طرف دیکھا۔ وہ ہنوز اسی زاویے سے
 نیلی تھی۔

”ممری! کیا بہت خفا ہوا۔؟“

اس نے رخ موڑ کر اس کی طرف بس ایک نظر
 دیکھا۔ ایک لمبے کو دل چاہا اسی چلتی گاڑی سے کو
 جائے تاہم مجھے کے اہل کو دیا کہ ایک جلیبی سانس
 بھری۔

”میں خفا کیوں ہوں گی۔ آپ نے کون سے مجھ
 سے عذر دیے یا نہ مجھے تھے نہ ہمارے درمیان کوئی

ایسی کھٹ مٹ تھی جس کے ٹوٹنے کا غم ہو۔ بس
 آپ نے اپنی زندگی کا ایک رخ راول میں رکھ لیا۔ اس
 سے مجھے کیا فرق پڑتا ہے ہر شخص کو حق ہے کہ وہ اپنی
 زندگی کی کتاب کھولے یا بند کرے۔“

شہنیل نے تڑپ کر اسے دیکھا اور جلدی سے
 بولا۔

”ہمارے درمیان خود بخود کھٹ مٹ ہو گئی تھی۔
 ممری! تم سے میرا رشتہ ہے۔ ایک تعلق ہے جو دل
 سے۔“

”ٹٹ اپ شہنیل صاحب! آگے کچھ مت
 کہیے۔“ اس نے تیزی سے اس کی بات کاٹ
 دی۔ اس کی نگاہوں سے رعب کا چہرہ گھوم گیا۔ اس کی
 اجازت زندگی کا عکس اس کی آنکھوں میں اس قدر واضح
 تھا کہ اس کی روح تک کسی نشتر کی طرح اتر گیا تھا اور
 جس حالت کا سامنا اس نے محض چند لمحوں میں کیا تھا
 اس کی تھکوت اس کی رگ رگ تک پت پت تھی۔

”کیوں کیوں نہ کہوں کہ میں تم سے محبت کرتا
 ہوں۔ اور سنو اب بھی کچھ نہیں بولا۔“

”ہاں شاید آپ کے لیے کچھ نہیں بگڑا اور موروں
 کے لیے شاید بھی کچھ نہیں بگڑا۔ بگاڑ تو سارا عورت
 ذات کے حصے میں آتا ہے۔“

”ذلت! رسولی! ممری! لذت! سب عورت کی
 جھولی میں گر گئی ہے۔ موروں کے لیے تو ہمیشہ کھلا راستہ
 ہوتا ہے! اس نے آنکھیں موند لیں اور سیٹ کی پشت
 سے سر نکالیا۔

”ممری! میں نے بہت دکھ اٹھائے ہیں۔ میں جس
 لذت سے گزرا ہوں اور گزر رہا ہوں اس کا اندازہ تم
 نہیں کر سکتیں۔“ وہ اس بھرے لہجے میں بولا۔

”میں نے اپنے لیے بہت سے خواب دیکھے تھے وہ
 سب بکھر گئے مگر تمہیں دیکھا تو پھر سے جڑنے لگے۔
 مانوس خواب! نئے سرے سے بنے لگے۔ ہاں مجھے یہ
 کہنے میں بالکل عار نہیں کہ تم میرے خوابوں کی مثل
 ہو۔“

اس کا کلچ آگیا تھا سوائے مجبوراً گاڑی روکنی

۲۵-

خواب تو سب اہر آگھدی ہر بجتی ہے مگر تعمیر
کی خط کسی کسی کو نصیب ہوئی ہے۔ شہیدانِ حیات
سب آپ نے میرے خواب دیکھ دالے ہو مگر
ہے ہاں کی آگھ آپ کے خواب دیکھ رہی ہو۔ کوئی اپنی
خط آپ کو کچھ راتوں کی گفتاریوں سے نمودار

”اگر تمہارا اشارہ چند کی طرف ہے تو یہ تمہاری
لفظ فہمی ہے۔ نہ میں اس کی محفل تھا نہ وہ اور نہ ہی
وہ مجھے محفل کبھی کر ہی طرف آنے کے جتن کر رہی
ہے۔ اس نے یہ کہتے ہوئے لب پہنچ کر نظریں دھڑ
اسکر کر دیں۔

”یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟“
 ”یہ میں نہیں اس کے رویے کہتے ہیں۔“
 ”اس کے رویے میں شہنشاہ صاحب! قاسم
 ایک طرف ہوں تو بھی نہ بھی سمجھ جاتے ہیں۔“
 طرف غرتہ داری کا سبب بنتی ہے۔“

"تم کہیں نہیں جانتی ہو عسریٰ ایک بیمار اس سے مل
 کر دوں گی۔ جس میں اندازہ ہو جائے گا کہ وہ کس قدر
 نفرت انگیز اور ناقص ریاضت عورت ہے۔"
 عسریٰ کے داغیں بھڑک اٹیں۔ "اور وہ کھول
 کر نیچے اترتی۔ شہیل نے مزید کچھ کہنے کا ارادہ
 ترک کر دیا۔ اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے جیسے سر
 جھٹک کر ہوا۔

”میرا انکار کرنا اور اپنی جگہ پر تکیا کرنا۔“
اس سے کوئی جواب نہیں دیا۔ پلٹ کر کھانچ گیسٹ کی طرف بڑھ گئی۔

وہ کی غور واپسی کا سفر اس کی ساتھ نہیں کرنا چاہ رہی تھی۔ سو چھٹی سے پہلے ہی ناسازی غیبت کا سامنا بنا کر کھینچ لی گئی۔ اسے ہر واقعہ پر تھکا کرنا چاہیے۔ گیسٹ پر تھکاؤ اس کا انکار کرنا ہو گا۔ پھر جسے وہ اپنی چلا گیا ہو گا۔ اور اب یقیناً بچ بچ کر کھینچیں گے۔ اور کیسی دھول دھڑکھیں کیا۔ اس نے شکر ادا کیا۔

دو پہر اہل کے سونے اور عذریہ بھابھی کے اپنے
کمرے میں چلے جانے کے بعد وہ دسے پاؤں اور چلی
گئی۔

دن کی روشنی میں اور کام رتن جیسا بد حال لاکھڑا
 گھریا۔ اور خود پر بھی کل رات والے جسے میں
 کھائی دی۔ الٹی فدا کرے میں چلیں پر بیٹھی کھانا
 کھا رہی تھی۔ اسے اندر آتے دیکھا تو مجھے پر تیراں
 نہ کیں۔
 ”یہ لو کہو ہے“ یہاں تم نہ اٹھائے کیوں چلی آتی

اس کے سلام کے جواب میں وہ چوتھوں اس طرح
 زنی کہ وہ سنیگا کہ وہ قدم چھپے ہوئی مگر وہ سر پہ
 پھیل کر مسکرائی۔
 "میں تم سے ملنے آتی ہوں۔"
 "مگر میں تم سے ملنا نہیں چاہتی۔"
 "لوگ ہے جسارہ اجڑا افسانہ ہے ہے مجھ سے
 نہیں ملتا۔"

”میرا جھکاؤ کسی سے بھی نہیں ہے۔“ وہ اسی جذبے میں بولی پھر وہی بات پاٹ میں رکھ کر بات اٹھاتے ہوئے بولی۔

”میرا جھکاؤ تو صرف میرے مقدور سے ہے۔“

”مقدور سے جھکے مقدور سے جھکاؤ تو عیث ہے بلکہ اس سے جھکنے والا تو تاراج ہو گا۔“

وہ برتن اٹھا کر کچن کی طرف جاتے جاتے ایک بیل
رڈ پر سائیکل کی طرف بٹھا اور گردن باندھی۔
"ہاں میں اسحق اور عمران ہی تو ہوں تبسبی تو اس
گھر میں سزاور مری ہیں۔ تبسبی جبکہ کوئی اور ہوتی
کہ کب کی کوٹ گئی ہوتی۔ غلط تو یہ ہے کہ سڑکوں
کو بھانڈوں سے بھرا دیتی ہے۔ چائے میں کیوں جگر
کھڑی ہوں۔ کوئی سی طاقت ہے جس نے مجھے جڑ
سے الٹا کر نہیں دیا۔" سی طاقت گری یا نہ تھی
دھڑلے پا کر وہ چائے میں اسی طرح غرق ہو گئی
کہ وہ جانتی تھی کہ اس کے گھر کی لڑکی نے عجیب
انگلیٹ میں جھکا کر دیا۔

فلت تو واقعی بڑی بڑی دنیاوں کو بلا ڈالتی ہے۔ مگر
فلت سے بھی ایک طاقتور جہنم ہوتا ہے وہ ہے محبت
تو کیا اسے پہنچلے اس کی محبت ختمی اس کی محبت
ختمی کہ اس کی فلت کے مقابل بھی ڈٹ کر کھڑی ہو
کہ جی بے بھی نہ تھے۔

اس کے دل پر چاہک سا ہوا تھا۔ اس نے پورے
خانے سے باہر آتی رہتی کی طرف بغور دیکھا۔ جلی بھی
انکڑا ہونے کے ساتھ چلتی ہوئے اسے نفرت انگیز کردار کے
بجائے کوئی غیر معمولی کردار لگی۔

”تم ابھی تک نہیں کھڑی ہو۔ جاؤ پہلی چار سیال
ہے۔ اس کی نظریاتی و فوجداری اخلاقی سے حساسی
ہو کر لوگوں میں آئیں، یہاں تک کہ ان میں
وشت نہیں ہوتی۔ نیچے تو سب پر ہے، اس لیے
بھائی، بھائی اور سب۔ وہ اس کی بد نظری سے
انداز کرتے ہوئے ہوتی۔“

”بچے، کیا بچے سکون کے دوچار رہے ہیں؟“
 بہت اچھے اور محبت کرنے والے لڑکے تھے جس لڑکے کو اگر
 بچے سکون ہے بھی تو کم از کم میرے لیے نہیں ہے۔“
 دودھ کھانی سے تھکی ہوئی جا کر صوفے پر بیٹھ گئی۔

”کیوں؟ تمہارے لیے یہاں نہیں ہے۔“ وہ
سانپ پوچھ بیٹھی۔ ”جواب“ وہ نظروں جو کراہتے ہیں
کو دیکھنے لگی۔ ”خیر، سب سے پہلے جیسے جہنم کراہ کر اس کی
طرف دیکھتے ہوئے حاضری۔“

”تم یہاں کیوں آجائے ہو میرا سر چھانے جاؤں
 ہو جاؤ یہاں سے خدا کے لیے چلی جاؤ۔“ اور اٹھ کر
 اوپر اوجھل گھر میں ۱۱ڑانے لگی، پھر کھینچ کے جگہ پر
 نظر میں نہیں آواں کی طرف ہاتھ پوساتے ہوئے بولی۔
 ”اٹھ کر میں چاؤ کی تو میں یہ اٹھا کر تمہارے سر پر
 ماروں گی۔“

عمری کو اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سنناٹا ہونے لگا۔ محسوس ہوئی۔ اس نے وزنی کلاچ کے جبک کو دیکھا۔ موٹے کلاچ لگایے جبکہ قیتعہ اس کا سر سارے کھانسیاں اور ریڑھ کے چہرے پر جو وحشت کے آثار دکھائی دے رہے تھے۔ اس سے کچھ بعید نہ تھا کہ وہ اپنی بات پر

عمل کر کے دکھائی۔
وہ گھبرا کر پلٹ کر یہ دیکھا جس پہلا کتے اتر گئی۔ مگر
بھائے کمرے میں جانے کے صحن میں چلی گئی۔ اور
سہمی کمری سانس لینے لگی۔

۴۳۔ چنتے چرے پراہتہ پیر کر وہ کیا ہی کی باتوں
پر پڑے گی۔ عجیب سی اداسی رک رک کر چھوٹے کھلی
کی۔ کل عباس کے ہوں کی رفتار پر دھتے لگتے۔
کل سارے پہلوں کے سوز چرے رک رک پرستے
پہلوں کے چرے ہمتی زندگی کا احساس دلا رہے
تھے۔ آج وہی سارے پہلوں کیاری میں جکڑے ہوئے
تھے اور پیلے پیلے سوکے چوں کا بھی ایک انداز تھا اس
سے تو سنیں وہاں سے کیاری کی صفائی نہ کی تھی۔ یہ کھم
وہ از خود کھڑے کئی تھی۔ حالانکہ اہل نے اسے منع
بھی کیا تھا کرا کے بڑھتے تھے پہلوں کی دیکھ بھل اور
ترابی خراش کا شوق تھا اس نے کچھ نہیں یاد اور
کو کھلی میں دیکھا تو چرے چرے اس کے ساتھ وہ سارے
چترے پر پڑے ہوئے تھے۔

مگر اچانک باصرہ صررے اسے مشن سے جدا کر کے

لیاری میں پہنچے اور وہ۔
اسے اپنی آنکھیں جھپکی ہوئی محسوس ہونے لگیں
پھر عین میں پانی اتر آیا۔ اس نے گھٹنوں میں سر دے
دیا۔

♥ ♥ ♥ ♥
دشتِ تعلیل میں 'اے جانِ جہاں لرزاں ہیں !
تجہی گواہ کے سائے' تجہیے ہو انفل کے سرب

۳۰۰ افق پار چمکتی ہوئی قطرو قطرو
اچھی خوشبو میں سستی ہوئی ہر دم
۳۰۱ آج ہر پھر اس کے سامنے کھڑی تھی۔ مگر

اسے دیکھ کر بیوی کی طرح جھنجھائی نہ تھی اور چلائی
 بس اسٹیوہ کا کفن تک کر کے اس پر ایک خاموش آنکھ
 ڈالی اور وہیں بیٹھ کر رہا زدی۔
 مرنے کے لیے یہی کیفیت تھا وہ اس کے سامنے
 رکھی کر رہی تھی۔
 "گناہ ہے تم اس نظم کو روزی مثنوی ہو۔ اور موت
 شوق ہے یہی۔"
 اس نے ستانہ انداز میں اس خاموشی کو توڑا مگر
 اس کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ وہ آج بھی کل
 والے بیڑوں میں تھی۔ کیلے سلوٹ ڈھب۔ البتہ چرو
 دھلا اور تھا۔ کھال بے تر تھیں تھے۔
 "میرا خیال ہے شہیل کو یہ۔۔۔ پسند ہوگی۔ جب
 ہی تم شوق سے مثنوی ہو۔"
 اس کی ہمت پر اس کے چہرے کے زلزلوں میں
 ایک کی تہہ کی گئی۔ وہ تھک کر بیٹھ گئی۔
 "اگر اسے پسند ہوئی تو میں بھی نہ سکتی۔ میں
 دو سو دن کی پسند کو اپنی پسند نہیں مانتی۔" اس کا جھجکائی
 کے ہونے کی طرح سوگوار جذبیت سے عاری تھا۔
 "جس سے محبت ہو اس کی پسند میں تو چاہئے والا
 وصل جانا ہے۔" اس طرح کہ خود اسے بھی خبر نہیں
 ہوئی۔
 "محبت۔" اس کے حلق سے بے اختیار ہنسی
 اٹھ کر بیڑی پر۔ جیسی محرم کی۔ دل سے اٹھنے والی اور
 کی کسی امرے شایر اسے کاٹا تھا۔ وہ اب بھیج کر
 دونوں پر دکھا کر اسے غور نہ تھی۔
 "مجھے کسی سے بھی محبت نہیں ہے بلکہ میں تو
 نفرت کی فضا میں رہا ہوں۔ وہی ہوں اور اپنی شدید
 نفروں میں رہی ہوں کہ محبت میرے لیے محض کتابی
 لفظ سے زیادہ نہیں ہے۔"
 "تو نفرت کی اس فضا میں اب تک سانس نہیں
 رہی ہو۔" بے اعتنائی کی آگ کو نہیں قبول کر کے
 قہر قہر جل رہی ہو۔ اس سے نکل کر آزاد فضا میں
 اپنی مرضی اور خفا سے سانس لے سکتی ہو۔ جس
 طرح پسند رہتی تھیں۔"

وہ براہ راست اس کی آنکھوں میں چھا گئی تھی
 جیسے اس کے دل کا بل بوتے سے جان لیتا تھا۔ وہ۔
 وہ اس کی طرف دیکھتی رہ گئی پھر گھر کی نظریں
 جھکا لیں۔ مرنے کے کیوں پر بے ساختہ مکرہاٹ
 رکھ کر گئی تھی۔
 "محبت۔ نفرت سے کیسے زیادہ اور خالص جذبہ ہے۔
 یہ ایک منکروہ عورت کے دل میں مگر جائے تو اسے
 یہی جذبات اسے زیادہ مضبوط بنا دیتی ہے۔ وہ بیڑی سے
 بیڑی مشکل سے گزر جاتی ہے۔ وہ فلم کر جاتی ہے۔ وہ
 اکثر سو بھی انجام میں دے پاتے۔ تم نفرت کو محض
 اس لیے قبول کیے ہوئے ہو کہ تم محبت کی زد میں آ سیر
 ہو۔ تم شہیل سے۔"
 "پس شہل ہے۔" وہ زور سے پالتی۔
 "اچھا۔ جس سے مرید اچھا مگر تم خود پر ظاہر ہو چلاؤ تم
 تو ناراض ہو۔ غصہ کو بھانپ لے گی۔ اسے آزاد
 کر دو۔ اپنے دل کے لذت سے باہر گئے۔ وہ شاید یہ
 مٹک شہیل کے کرو دھار کھینچ لے۔" وہ اٹھ کر
 راجہ کے نزدیک آکر بیٹھ گئی جی اور وہیں ہی اس کے
 کندھے پر ہاتھ رکھا۔ اس احساس کو وہ اور زدی بھی
 اس کا پر جان کاتب رہا تھا۔ اچانک وہ دونوں باہلوں
 میں چوہا چوہا کر رہ گئی۔
 بے ساختہ ایک گری سانس بھر کر اس نے اس کے
 کندھے کو چھلی ہوئی۔
 پہلا مرحلہ اس نے بخوبی طے کر لیا تھا۔ اس کے
 آنسو اس کا دوتا۔ اسے تلیف وہ محسوس ہونے کے
 بجائے خوش آئند لگا۔ اس نے اسے چپ کرانے کی
 قلعہ کو محسوس کی بلکہ نہ ہوا۔
 "میں نہیں بہت درد کا ہی کو بھائیوں کو کہ مجھے
 شہیل کے گھٹے کا حلق نہ دیا میں۔ فراق بھائی اور
 سعید یہ بھی اس کے درمیان نہ تھیں۔ مگر میری
 ایک نہ سنی تھی۔ یہ بھائیوں اور ماں کی محبت تھی۔ ان
 کے خیال میں شادی خوش طہانیت مسمو کی کا دوسرا
 چہرہ ہے۔
 شہیل کے اقرار میں چھپے شدید انکار کو میرا دل

خوب کی طرح اس نے دل پر محسوس کر لیا تھا۔ شادی
 میرے لیے کوئی خوش کام نہ رہی۔ محض فرض کی
 طرح بس ادا ہو گیا۔ سعید یہ بھی فراق اور آسویں کے
 ساتھ ہمارے آگن میں آگن میں۔ ان کے چہرے کے
 خوش طہانیت ستاروں کی مانند روک رہی تھی۔ یہ
 سب میرے لیے عام دنوں میں دیکھا خوش کام تھا
 ہوا مگر یہ سب مجھے شدید ترین احساس غموں میں
 دھکیل رہا تھا۔ فراق بھائی جتنے خوش تھے میرے اندر
 اتنے ہی خیر ترانہ ہو رہے تھے۔ میں جانتی تھی میں
 جسے آگن میں اتارنے کا جہاز ہوں۔ وہاں اس طرح
 بیڑی پر اپنی سنی ہوگی۔ نہ راستوں میں بیڑیاں بھادور
 کی جا میں کیوں کے دروازوں کے۔
 اس نے صوفے کی پشت پر سر لگایا۔ اس کا لہجہ
 درد انگیز تھا۔ اور آکھوں میں اپنی آواز لڑکی کا عکس
 صحت کیا۔
 مرنے کی اس کشیدگی سے آکھوں کے کناروں سے
 پھیلنے قطروں کو دیکھتے تھی۔ اس نے اس کی خاموشی
 کے دھتے کو توڑا نہیں۔ وہ خود ہی بیڑی۔
 "موتور کے لیے وہ صوفی موت ہو آئے۔ جب سو
 اس سے نفرت کا بھاری کا انکار کرنا ہے۔ میرے
 اندر کی عورت ذہن اور احساس تبدیل سے مرنے
 مرتے ہیں۔ تک پہنچ تو ایک ہی عورت میں داخل کر
 اسے اس سے پہلے کہ وہ سمجھے سے نفرت اور بے
 زاری کا انکار کرنا نہیں اپنی اہلو بھانے کے لیے اس
 سے زیادہ نفرت کا انکار کرنے تھی۔ وہ بے اعتنائی کی
 انداز کرنا نہیں بے نازی اور بے گامی کی اختیار کر تھی۔
 اپنی انسانیت کے دھار کو بھانے کے لیے میرے پاس
 کی ایک طرف نہ دیا تھا۔"
 وہ بے ساختہ اور بے اشتیاق مرنے کے آگے
 کل گئی تھی۔ اس کا لفظ آتسو تھا۔ مرنے کو اپنی
 روح پر آتش سیال کی مانند کرنا محسوس ہونے لگا۔
 اسے لگ رہا تھا جیسے اس کے گھر وہ بھی ان عذاب
 ناک لمحات کے تجربے سے گزر رہی تھی کہ انیت کو بھیل
 رہی ہو۔

وہ راست اس کے لیے یہی تھیں جنی ودرات بھر
 جاتی رہی۔ ایک کام سر پر طرک میں کھولنے پر اسے
 صرف اور صرف سعید کا سراپا دکھائی دینے لگا۔
 والوں سے اسے صرف وہی سانس اس کے سامنے چڑھ
 گیا تھا۔ وہ عکس مختلف روپ میں اس کے سامنے آشکار
 ہوئی تھیں۔
 "میں عورت کو سمجھنے کے لیے صرف آنکھ کی بیڑی
 کافی نہیں ہے۔ دل کی بیڑی کی بھی ضرورت ہوتی
 ہے۔"
 ♥ ♦ ♥
 "مجھے چاہیے کہ تم وہاں جاتی رہتی ہو۔" وہ کاغذ پر
 آزادی ترجیحی لکھ کر بھیج رہی تھی۔ وہ شہیل اس
 کے پاس بھا گیا۔
 اس نے کاغذ پر قلم چلا کر روک کر اس کی طرف
 دیکھا ایک ہی کو اس کی بیڑی پر مل چکا ہے۔ اسے یہ
 مجھے کسی قسم کی دہم نہ تھی کہ اسے یہ تجربہ ملے بھائی
 نے ہی ہوئی۔ وہ اسے ایک دیوار پر پڑھتا ہے۔ اسے اور
 چڑھتے ہو چکے تھیں اور بے بات بھی تھی اور
 کل ہی چلے گئی تھی تو اس نے بھی کسی قسم کی تردید
 کرنے کی کو کشش نہ کی اور صرف ہنکارا بھر کر سر
 انہت میں بھا گیا۔
 "بھیل؟ یہاں جاتی ہو نہیں آتی ہے عزتی
 کرنا ہے کہ تھی ہوئی ہو۔ وہ اس قافل میں ہے کہ۔"
 "بھیل؟" اس نے تین دنوں سے چلے۔ شہیل کی
 آنکھوں میں ایک ہی کو جوت جھلکی مگر بھیل اس
 نے یہ حیرت سیٹ کر ایک کمری سانس بھری اور اس
 کے سامنے قافلیں پر بیٹھ گیا۔
 "تمہارے ایک کام سر پر۔ ایسے میں صرف اپنی
 لکھ کر لکھ کر توجہ ہو۔" اس کا انداز اپنا بہت بھرا تھا۔ وہ
 خاموش رہی جس میں سروس کا اسے کچھ نہ تھی۔ وہی جس
 پر وہ مسلسل سے قصد لکھ کر بھیج رہی تھی۔
 تب اس نے وہ پہلی سے وہ کاغذ اس کے سامنے
 سے اٹھا لیا اور اس پر ایک تھوڑا لکھ کر مستطانہ انداز
 میں اس کی طرف بھلا۔

”اسی لیے کہہ رہا ہوں ذہن کو مت الجھاؤ۔ میری پہلی کی ضرورت ہو تو کہو۔“
”نہیں اس نے ایک گرمی سانس بھیج کر سر اٹھایا اور جھکے سے مسکرا دی۔“

”میں نے آپ کو بتایا تھا کہ میں آج تک کسی کا سارا لیے بغیر اتنے نبیوں سے پاس ہوتی رہی ہوں۔“
”مگر میرا سارا ان کی تو شرط ہے کہ سنا ہوں پوزیشن آئے گی۔“ وہ شرارت سے گویا ہوا۔
”کیا یہ اچھا نہیں ہو گا کہ جو آپ کے سارے کی حقیقی حقدار ہے اسے آپ یہ سارا فراہم کریں۔“ وہ جانتے کیے کہہ گئی۔
”سہیل نے لب بھیج لیے اور جھکے سے قائلین سے کھڑا ہو گیا۔“

”سنو مسری! زندگی میری ہے اس پر میرا حق ہے“ اسے میں اپنی مرضی کے مطابق گزارنا چاہتا ہوں تم میری فرست چو اس ہو اور لاسٹ بھی۔ تم نہیں تو اور کوئی نہیں۔“
اس کا لہجہ نفوس اور بے لک تھا۔ یہ کہہ کر وہ اس کے کسی بھی طرح کے رد فعل دیکھنے کو رک گیا نہیں اور تیزی سے چلا گیا۔

”ہماری زندگی پر صرف ہمارا حق نہیں ہوتا سہیل صاحب یہ تو سراسر خود مرضی والی بات ہو گی۔ کوئی بھی شخص اپنی مرضی اور خشاء سے پوری زندگی نہیں گزار سکتا۔“

آپ کے خیال میں آپ مجھے پا کر آسودہ زندگی پائیں گے، خوشیاں آپ کی مٹھی میں آجائیں گی۔ آپ فلاح عالم بن جائیں گے۔ نہیں اگر آپ ایسا سوچتے ہیں تو یہ آپ کی خام خیالی ہے یا خوش فہمی۔

خوشیاں ادھر ادھر بھائی قتلہاں نہیں ہوتیں کہ ہاتھ بڑھا کر یا تھوڑی تھک دو کے بعد مٹھی میں جکڑ کر فلاح عالم بن جائیں گے۔

خوشیاں تو مقدر کے دروازے کے کھلنے سے باہر آتی ہیں اور یہ دروازہ صرف شکر، محبت، دیانت، مخلص راست بازی، سچائی کی دھنک سے کھلتا ہے۔ آپ

مجھے ہیں آپ اپنی خواہش کی طاقت کے بل بوتے پر اس دروازے کو کھول لیں گے۔“
وہ کہائیں ایک طرف سمیٹ کر وہیں قائلین پر آنکھوں پر بانو رکھ کر لیٹ گئی۔



جمعہ کے روز نیل بھائی اور عفت بھائی نے اپنے پورشن میں قرتن ٹوائی کا اہتمام کیا تھا۔ وہ اماں کے پورشن میں اسی سلسلے میں آئی تھیں ساتھ ہی ملتان کی گڑھائی کے دو جوڑے بھی لائی تھیں۔ بنو انہوں نے اپنی بھلوج سے خصوصی ملتان سے ہی منگووائے تھے۔ ایک جوڑا انہوں نے عطف بھائی کو دیا اور دو سرا عسری کو دیا اس بات کے ساتھ کہ وہ جمعہ کے روز اسے پہنے۔ وہ اس خطے پر چھپائی۔ مگر انکار بھی کرنا اچھا نہیں لگا۔

اماں کے اصرار اور بار بار بھری بات پر اس نے چپ چاپ رکھ لیا اور عفت بھائی کا شکریہ ادا کر کے وہاں سے چلی آئی۔ عفت بھائی اور اماں باتوں میں لگ گئی تھیں۔ سب سے نظر میں پکارا لوہری چلی آئی۔ اسے یہ دیکھ کر اچھا ہی مسرت ہوئی کہ راجہ نے اس کے کہنے پر گھر کی صفائی سحرانی کی تھی۔ ہر شے سے غلاست اور قرینہ لگ رہا تھا۔ اور خود وہ بھی سارے کپڑوں کے پرل رنگ کے شلوار قمیض میں نکھری نکھری دکھائی دے رہی تھی۔ آج اس کے لاٹھے ہل چوٹی کے بجائے ہانپ ہانپ کی شکل میں اس کی پشت پر چھلے ہوئے تھے۔ جھکے جھکے نم ہونے کے باعث عجیب نزاکت اور لٹکانے کا احساس دے رہے تھے۔ اسے دیکھ کر وہ ستانہ انداز میں مسکرائی۔

”اور ایذا کی تیاری کیسی ہو رہی ہے؟“ سہلی بار اس نے عسری کو خود مخاطب کر کے سوال کیا تھا۔ جس ہو رہی ہے۔ یہ جوڑا عفت بھائی نے بھیجا ہے تمہارے لیے۔ اس نے ہاتھ میں لے لیا ہوا جوڑا اس کی طرف بڑھایا اور نظریں ادھر ادھر دوڑانے لگی۔

اس کی آنکھوں سے جھلکی حیرت کا دراصل وہ براہ

راست سارا کرتا نہیں چاہتا تھا۔
 "میرے لیے۔" وہ بٹلے سے ہنسی۔ دراصل یہ
 ہنسی اس کی شہ جرت کا اظہار تھی۔
 "نہرے لیے مجھ کو ہے؟" وہ ہوا کو محول کر دیکھنے
 لگی۔
 "کیسے تو مجھے پتا نہیں۔ دراصل ہو کہ تو ان خواتین ہے
 ان کے برہنہ تو انہوں نے تجھیں دھتورت دی ہے اور
 کہا ہے کہ۔"
 "محبت مت بولو عرصی محبت بولو جو بھوت۔" وہ
 یکدم ٹوٹے کاٹھی کی طرح کھڑی۔ پھر وہ ڈاک ایک طرف
 ڈال دیا۔
 "تم مجھے بے وقوف بنادی ہو۔ دراصل یہ انہوں
 نے جس میں جاتا تھا اور تم اسے میرے پاس سے علی گئی
 ہو۔ لے جاؤ اسے یہاں سے۔" وہ ہنسنے سے کمرے کی
 طرف چلی گئی۔
 "ہات تو سنو ریجہ۔" وہ پٹنار کا اس کے پیچھے
 لگی۔
 اور کمرے کے وسط میں ہی اسے کندھوں سے پکڑ
 کر رکھ لیا۔
 "خفا ہو گئے۔"
 وہ کمری سانس بھر کر آہستگی سے اپنے کندھے سے
 اس کا ہاتھ ہٹا کر کسی پر بیٹھ گئی۔
 "بھوری کر رہی ہو میرے ساتھ ترس کھادی ہو
 مجھ پر۔" اس کی آنکھوں اور لہجے میں سدھمی کا سمرا
 اتر آیا۔ پھر تجھ سے انداز میں ہنس پڑی۔ "شاید میں
 اسی کا تھا۔" وہ ہنسی۔
 "نہ میں ترس کھادی ہوں اور نہ بھوری کر رہی
 ہوں بھلا کچھ کیا ضرورت پڑی تھی میرے بھوری کرنے
 کی۔" وہ ہنسی سے ہنسنے لگی۔
 "نہی گری ہے مجھے تمہاری اس بھوری پر۔"
 میں نے کہا تھا میں بھوری نہیں کر رہی ہوں۔
 "پتا مجھ پر ہے۔" وہ اب بھی ہنس رہی تھی۔ پھر
 آہستگی سے سر کمری کی پشت سے لگا کر ایک لمب
 آنکھیں بند کر لیں۔ "تم یہ جانتی ہو کہ میں قرآن

خواتین میں حرکت کر رہی۔ اور یہ جو ڈاکین کر رہی
 وہ کیا ہے۔"
 "ہاں! یہی جانتی ہوں۔" وہ اس کی بات کے
 جواب میں ہلکا سا ہلکی تو اس نے آنکھیں محول کر
 اسے دیکھا۔ "ہوا۔" عرصی نے بھی باقاعدہ اس کی
 آنکھوں میں ملاحظہ۔
 "دور میں نہیں ایسا جانتی ہوں یہ تم اچھی طرح
 جانتی ہو۔ اور سنو ریجہ! آسمان پر بھلا صرف شہیل
 سے ہے۔" عرصی والوں سے نہیں اور ہوتا بھی نہیں
 چاہیے۔ تم کیا سمجھتی ہو! اس وقت ہاتھی اور مدیہ
 بھاگتی ہیں میں بیٹھوں یا سنا رہا ہے۔ اونہ! اس اور
 بو بھی میں ہی بنی ہی نہیں کتنی شاید۔ ان کا تم
 سے کل اور کثرت کا اظہار کرتی ہیں اور کر سکتی ہیں
 صرف شہیل کے رویوں کی وجہ سے جب کہ محبت
 چاہ رہا ہے ہاتھی سے نہیں کر سکتی۔ مگر ان کے لیے ان
 کے بل میں محبت کے دریا نہیں بہہ رہے ہیں۔ اور نہ
 ان دونوں بروں کو سانس سے انسانی "تھکی" اور نہ
 محبت ہے یہ سب دھماکے کی محبت ہے بلکہ محبت
 کیا اور داری ہے بھلا ہے۔ جن کو اب میں نے
 خود بھی ہارن دونوں کو لال کے خلاف زہرا لگتے سا
 ہے۔ تم ہی ان کی بو ہو اور سانس میں "لوت"
 چھپاؤ کا رشتہ ہوتا ہے۔ کوئی کوئی کہ بات نہیں ہے
 اور وہ رانی، شعلانی، بیٹھوں میں یا نہ ہو نازت
 اور پتلی کی بات ہے۔
 "اگر تمنا چاہتی ہو تم۔" وہ اس کی آنکھوں میں
 بھانسنے لگی۔
 "صرف یہ کہ اس طرح ان کے انکس میں نہ
 رہتے رہتے ان کی ذہنی مرضی ہو جاوے گی۔ تمہاری
 اجنبیت تمہارے کسوتیوں کا رشتہ اضافہ کا باعث نہیں
 بن رہی ہے بلکہ تجھیں رشتوں سے ہی نہیں انسانوں
 سے بھی دور کر رہی ہے۔
 "مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بلکہ میرے خیال میں
 اس طرح میں زیادہ پر سکون ہوں۔" وہ اس کی بات
 کاٹ کر بولی اور کمری سے پشت لگا کر چمت کر گئیں

گئی۔
 "میں شاید اس سکون کی عادی ہو چکی ہوں۔" ایک
 کمری سانس اس کے لبوں سے نکل گئی۔
 "عرصی! میں اس کی جیسے کوئی پکڑنا نہ پت
 کر سکتا ہوں۔"
 "قرآن پر سکون رہتا کتنی ہوتا اور اصل یہ سکون
 نہیں اس طرح کی ہے جس سے بل میں کوئی انگ
 جذبہ خواہش نہ رہے کوئی طرفان نہ رہا ہو تو ٹھیک
 چائے اسے سکون نہیں اعصاب کا مزہ ہو جاتا ہے
 ہیں اور مزہ ہو جاتا کوئی کل نہیں ہوگا۔"
 اسے کثرت اپنے اعصاب سمجھتے ہوئے عرصی
 ہونے لگے اس نے عرصی پر ایک نظر ڈالی پھر بے
 ساختہ لہجہ میں ہنسا کر چوڑا ہونے لگا۔
 "پاؤں وہ وہ ہے کہ اس کا قتل کون ہے۔ کیا وہ
 جانتی نہیں تھی۔
 روح عمل ہو جائے تو ہر جذبہ مٹ جاتا ہے۔ سو سو
 ہو جائے تو لگا ہوں کی گری بھی سو جاتا ہے جب
 اندر تک نہائے کا راج ہو تو جو اس کے انکسوں کی رنگ
 پر کی قطعاً ہم تو جانتی ہیں۔
 عرصی نے اس سے ہنسی کی۔
 "میں جیجی ہات ہے۔" عرصی کے قاتل کو لوگ پکڑ
 دار پر چڑھاتے ہیں مگر عرصی کے قاتل کو کوئی جانا
 تک نہیں۔ کوئی سزا نہیں۔ پھول ڈونے والا اسے
 شائع ہے جو کہ والا سنگھل رہے اور محسوس اور
 ہادی ہادی شخصیں کھڑے ہونا ان کا۔
 "اس نے آہستگی سے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے
 کپٹیوں کو پکڑا۔ اس کی شفاف آنکھوں کے کناروں پر
 ہی چمکنے لگی۔
 "اگر تم مجھے کچھ دیر تھا تو ڈھونڈ لو۔" وہ آہستہ
 سے بولی۔ اس کے بچے میں غصہ، نفرت، کتنی نہیں
 تھی۔ بلکہ لاپتہ تھی۔ موت تھی۔ شاید وہ کل
 نہ تھا چلو رہی تھی۔ اور عرصی اس سے موقع ضرور دے
 جانتی تھی۔ سو لانی جگہ سے اندھ کر ایک افسوس کی
 ساتھ وہیں سے ملی گئی۔

پتا نہیں کیاں جب ہی وہ ریجہ کو شہیل اور مجھے
 والوں کے قتل میں دلا کر لے کر آئی اس کا دل ان کی
 طرف سے صاف کر کے آگے خود اپنے دل کی کیفیت
 کھلی تھی جب ہی وہ ریجہ سے سارا دوسرے کو لے جاتا اور
 وہ کمرے میں رہ کر ہو کر بھی کسی سے تھا ہوا پڑتی۔
 ♥ ♥ ♥
 وہ ہادی بے دلی سے محبت بھاگتی کے یہاں قرآن
 خواتین میں چاہنے کے لیے تار رہی تھی۔ پہلے تو سوچا
 اگر کام کا رہا تو اس کے انکار کر کے انکار کر کے
 مرتب محسوس نہ ہوا اس گھر کے کینوں کے اس پر
 پسند آجائے تھے ان کی ہچکچاہٹ چھوٹی چھوٹی شہیل میں
 شریک نہ اس پر دلالت تھا۔
 چمکی شام آتے ہی محبت بھاگتی کے پور میں
 مسلمان کا شروع ہو گئے تھے اس نے پہلی بار حدیث
 کیا کو قریب سے دیکھا۔ بات پر ہی مجھے نہ دلی
 باؤلی کی خبر سے ہت کرنے والی۔ حدیث کیا اس
 بے جا بھی لگیں۔ ان کے چہرے پر چمکی ناکی اور
 ان کے سر پر کا بھاری پن اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ
 اپنے گھر کے بعد کبھی جید۔ یکدم اس کے اندر جیسے
 کوئی چیز چمکنے لگی۔
 "تو کیا مجھے نہیں اس پر ہے۔" وہ دلی زیادتی کا
 ذکر نہیں کرتی "تجھ سے کسی کوئی سنا پھر قرآن محول
 ہوئی کی کھلی میں تھے۔
 اس نے ایک بار پھر حدیث کی آئی طرف فور سے
 دیکھا تو اب اس سے کچھ گھر پھر کر رہی تھیں۔
 جب ایک ایک کمرے میں ریجہ داخل ہوئی۔ وہ دہمائی
 کھلی کا سوت زینت کے ہونے لگی جو
 عرصی اور ہی بھوری تھی۔ اس کے ساتھ دیکھ کر دل میں
 کے جوہر سے بٹلے کے بٹلے دھگے تھے وہیں
 عرصی خوشی کی کیفیت سے سرشار ہو گئی۔ وہ بے اختیار
 اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کی طرف بڑھی مگر اس کا ہاتھ
 قلم لایا۔ وہ اپنی ہمت کی یکدم ہارنے والی انکھوں پر
 اپنا بار اچھڑا کر رکھی۔
 "مجھے جتنی قدر تم ضرور آو گی۔ میں تمہاری انتظار

کر رہی تھی۔ "وہ اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ کر مت خوشی سے بول۔
"تو کیوں تباہ ہو۔" وہ اس لیے امدادی طرف چلی
تلی۔
امید پر ٹکویا سکتے کی کیفیت تھی وہ اس کے قریب
نے پر جگہ سے ٹپا۔ "ابھی وہ اسے سوا انداز میں اپنی
بجائے تھی۔ وہیں ایک ایسی صدی کی لٹائی ہے آپ کو سب
سے پہلے اس کا ہاتھ تھامو اور دوسرے ہاتھوں کی مدد سے
کے پاس مسکرا کر اس کے سوا مدد کرنے کیس اور
اپنے قریب اس کے پیچھے کو چاہی۔
خفت چاہی اور وہ اسے چاہی کا اضطراب تھا۔
تھا۔ ان کی نظریں ہمارے ہاتھ پر کراہی کوٹھے پر اٹھیں
پراگندہ سر سے لڑا کر تک چاہی۔
مظہر تھی کہ وقت غلت جاتی تھی۔
کے پاس لے کر چلی گئی کہ چکر کی طرف دوڑا یا مسکرا ہوا
نظر سے وہ اضطراب تھی۔ شہنشاہی مطلب انداز میں
تھا ہوا اسے دکھائی دیا۔ وہ جانے کیل اس سے
نظریں ہٹا کر دوبارہ سر میں آئی۔ اور وقت غلت جاتی
گئی۔ بسن کو کام نہ ہو۔ مگر وہ کب تک بیک بن سکتی
گی۔ وہ اس کا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ میں دھریا
دیر اور اسے تک لٹی۔ وہ اس کا ہاتھ پر کراہی اختیار
اسے اشارے سے جانے لگا۔
اور اسے اشارے سے کمرے سے باہر آجڑا۔
"تو کھانا خود کو مصروف تھا کہ کسے کی کو شش
مست کر دے۔ جیسے تھے۔ جسے تم سے بھائی بھائی ہو۔"
وہ بڑا بڑا اور غصہ ہو رہی۔
"کوئی کام نہ کیا۔" اس کے مسلسل گھومنے پر
بھٹکی سے پوچھا۔
"ہاں شش ضروری ہے مگر میں یہاں تم سے کچھ نہیں
کھانا چاہتا میرے ساتھ چاہو۔"
"کیا۔" وہ دیکھ کر چپے نہیں۔
"کوئی کام نہ کیا۔" اس کے مسلسل گھومنے پر
بھٹکی سے پوچھا۔
"ہاں شش ضروری ہے مگر میں یہاں تم سے کچھ نہیں
کھانا چاہتا میرے ساتھ چاہو۔"
"کیا۔" وہ دیکھ کر چپے نہیں۔
"کوئی کام نہ کیا۔" اس کے مسلسل گھومنے پر
بھٹکی سے پوچھا۔

لے جاؤں گا۔ تم جانتی ہو میں کتنا پیاروں ہوں۔ اس کا میرے پیارے" کے لیے تھا وہ چٹا کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ مگر وہ بھٹ کر روئی کی طرف نکل گیا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ اس بات سے خفا ہے اور اس سے اب کیا بات کرنا چاہو اور تھا۔ اچھی تو اسے اہل کی اسے سامنے بھی جواب دے دیتا تھا اور صفت بھانسی کی آوازوں کا کمرہ بھی کہ قتلہ اپنا کھٹ کیا ہوا جوڑا ریجہ کے بدن پر دیکھ کر وہ ان کا بدن پر لوت رہی تھیں۔ کچھ دیر تھوڑے میں کھڑی رہی کہ جاسے یا نہ جاسے پھر کسی خیل کے تحت اس کے چہرے پر ایک رنگ آیا وہ اندر بیٹ نکلی۔

صفت بعد وہ ریجہ کو چوکڑ کر کے سے باہر نکال لائی تھی۔

"تو" "خیر یہ بھی تو بھلے کہ تم مجھے کہاں لے کر جا رہی ہو۔" وہ پریشان کی ہو کر ملی۔

"تمہارے بچے پر میں میں قدم پر رخ فرماتے اور یہ تو ان کی شرکت کرنے کی نوعی میں شہید ہوں وہوں کو آتش کریم کھا چکا ہوا ہے۔" اس نے افسانہ سے ریجہ کو کھنکھائی۔

"اسے بھی کھنکھائی۔"

ایک روشنی اس کے چہرے پر پھوٹی ہوئی ہوئی۔

"وہ تم سے بچتا نہیں ہے جس موانی تاکہ خول میں اندر رہتا اور یہ ہے اور عورت یہ خول تو سننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ تم نے سوسیں میل کر لائی" اس نے جلد وہ فیمن سماری طرف قدم بڑھائے گا۔ مگر بڑھ کر کہتے فیمن ہو گئی۔

ریجہ کا دواں دواں اچھالی خوشی سے کانپنے لگا۔ اس نے بچہ نکالا۔ کرب کیا کہنے کی سرسختی گئی کہ پھر وہ جلی سے پکس اور پھا میں تو مسری کر رہا ہوا اڑیں مسکرا دی۔

♥ ♥ ♥

ڈرا ہو گا۔ میٹ پر بیٹھے شہید کو یقین تھا کہ وہ

ہے کہ اسے وہاں کی فطرت سے آگاہ تھا۔

فطرتاً پہنچا اور دوسری کے ذریعے سے اس نے اپنے والدی اور عزت کو
بیعت نہایت کر کے اپنے والدی کی بھی جس وقت ہو گئے
اسے پیٹے ہوئے تنہا سے چکر مارا، پتا چھوڑ کر
ایک بار دوسرے پر ملے جیڑی سے پھانسی لیا۔ وہ کرل کا
دروازہ کھول کر پرستی کی طرف آئی اور کھلتی ہی۔ مگر اس
کے ساتھ سیدہ درویشہ اور کراس کے چہرے کے زاموں
میں کھنڈاؤں سے زخمی ہو گئے۔
وہ اسے فریاد کرتے ہوئے اپنے ساتھ ٹھیک رہی تھی۔
جب کہ شرم اور خوف کے بارے میں کہہ کے قدم سے
چرچہ نہ تھے۔ وہ دست گہرائی میں محسوس ہو رہی تھی۔
اس کا سارا جوش "ساری خوشی کو باخود ہو کر
گئی۔ یہ مڑی ہو کر اس نے اسٹیشنرنگ دیکھ کر ہلکے سے
مکھڑیاں کھینچی۔
"ہاں! یہاں تو نہیں ہوئی۔" وہ مسکراتی ہوئی
گاز کی تھک چکی۔
"میرا اور سیدہ کا بھی یہاں چادر تھا، پھر اس کے آگے
کریم کھانے کو اچھا تھا۔ ہوا کہ آگے سے خوب سے کرام
پیدا والہ۔" وہ گاڑی کا پیچھا دروازہ کھولتے ہوئے اسی
شکستہ سے گویا ہوئی جو اس کی ذات کا خفا تھا۔
شہید نے ایک کرسی سانس بھری اور پہلی
سیٹ پر بیٹھ کر سیدہ کے ایک اور نظریاتی پھر انہوں کا
سر مڑی کی طرف کرتے ہوئے بولا۔
"یہ کرام میرا نہیں ہے، خاص تھا ہے۔"
"اس کی کیا مطلب ہے؟"
"ہاں! میں نے آگے کریم کھانے کو لائی۔ وہ کرام
میں تھا، خاص میں صرف سے نہیں تھا، پھر تھا۔
صرف میں۔" اس نے "مگر" سے پہلے اچھا سا دروازہ
پا تھا اور وہ بھی نظر دے رہی تھی۔ جس کے چہرے پر
کلی کا احساس مرنے بکھر گیا۔ وہ ہلکے سے پہلو پر
اپنی طرف کے دروازے کی طرف بڑھی کہ مرنے سے
اس کے ہاتھ پر پتا چھوڑ کر گر گیا۔
تو ٹھیک سے آگے کریم کے ساتھ ساتھ ہاتھ میں
بسی ہو چکی تھی۔ فوراً انہیں بھی ہاتھ میں تو ہوئی تھی
پھر انہیں کہہ رہی تھی کہ "مگر" سے پہلے اس کا

ضروری خود دہائی ہے۔ "وہاں روایتی کے مظاہر کے ساتھ کہ چنگا کر پڑی۔"

"کیا راجہ؟" عمر ریجہ کی اور جلد چپ اوڑھے بیٹھ رہی۔

"آپ نہیں سمجھتی۔" وہ اپنی بے اثر جھنجھکے پڑنا بھی ہے۔ "راجہ کی اس گری خاموشی سے نظریں بے اثر اسی اسکار کے چھاپوں کو دے رہی ہیں۔"

"شہنشاہ نے پوچھ گئے تو آپ نے کون سے عقیدے سے ملے؟"

"بل ب۔ نیچے لے کر دیکھتے ہیں۔" سنو ڈاکر کا بازی اشارت کر دئی۔

"عمر نے ہر کوئی تھیں۔" وہ ہمیں ماحول میں ایک کشیدہ سی مسلسل خاموشی طاری رہی۔ کسی بھی کیفیت والوں کی بھی تھی۔ مگر ان کو زمین تو اپنے دل پر سخت قسم کا مظاہر کر رہی تھی۔

"آئیں لڑکوں کو اس کے بندہ بندہ کی غوری تھی اور بے حد مزہ دار تھی۔ عمر نے اپنے پیشانی پر غور کیا۔

"یہ وہ اس سال کے عرصے میں شہنشاہ نے نظارہ چاہا تھا۔" اور ریجہ نے بھی۔

"ان دونوں کی گری خاموشی اس بات کا مظہر تھی کہ وہ ان کی اپنے دل میں خوفناک جھانپنے ہیں جو کہ اس خوفناک کی نوعیت مختلف تھی مگر یہاں ہر سال ایک ایسی ہی ہوتی۔"

"وہابی بھی شہنشاہ نے باقاعدہ رک لگا کر تھا۔" کوہا اس کاوتنے کا ناقص ارادہ نہیں تھا۔ "خود ہی ماحول کے جتو کو کر کے لے لیے بھی چلتی تھیں۔"

"کرتے تھے کہ عرصے جلد اسے احساس ہو گیا کہ اس طرح صرف وہی حالت کا بوجھ ہے۔ عمر نے بھی اسے اس کے ساتھ ہی وہ بندہ ہم سے کہہ رہی تھیں۔

"میں نے کہا کہ راجہ نے راجہ کے سامنے پورے کو دے گئے۔ اس میں کوئی بات نہیں تھی کہ ریجہ کی آنکھوں میں ایک جھلک تھا۔

"پھر میں گاڑی کی تو اس نے دیکھا۔ ریجہ نے حد عرصے کے ساتھ ہی اپنی تھی۔" جیسے کوئی راہی کا وہان۔

"وہاں۔" قہقہہ لگاتے ہوئے۔

”ہمت بہت شکر ہے اس صحت کا۔“ وہ اپنی طرف کا
دورا نہ کرتے ہوئے بولی اس کا بھر اچھڑا جسے
اس نے دھیر ساری طرف پھاڑا لی وہ۔ چا نہیں اس کا
جانب پھیل گیا ہوا کسی،
”خمر مرغی کے اندر تھمف رنج اور ندامت کا
احساس نکورے لینے کا۔“
”کڑی سے انکرا اپنی طرف کا دورا نہ بند کرتے
ہوئے پھیل کی طرف دیکھا تو لا پرواہی سے اپنی جگہ
پر بٹا بیٹھا تھا۔
اسے پہلی بار پناہ نکلوں سے گرنے کے کئے
ہیں۔ تنج پہل پارے اسے دل میں اس شخص کے
کے غرت کی ایک بار اٹھی محسوس ہوئی۔
کے دل میں یہ سن کر وہ والا ہو گیا خمر محسوس
سے گھٹانے کا اور جیس سننے محسوس ہو گئیں۔
وہ اندر کی طرف بھی تو پھیلنے نہ سہا کر۔
”خمر مرغی ان ہی کرتی اہل کے پور تن میں پہلی گئی۔
اس کیلیت کے ساتھ وہ صفت بھائی کے پور تن میں
میں چٹا ہوا تھی۔ وہاں سے آتی تیز رو سنیوں اور
آوازوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ مہمان ابھی موجود
ہیں۔ اہل اور عدیل بھائی کی وہ ہیں۔ وہ اپنے
کمرے میں بند ہو چکا تھا جی۔
”خمر مرغی بات تو سنو جی۔“ وہ شاید دوڑتا ہوا اس
کے پیچھے لگا تھا یہی صحن میں اسے جا گھرا۔
وہ اس کی کوئی بات سننا نہیں چاہتی تھی مگر وہ اس
کی انکی تمام کردہ پر بخیر کر گیا تھا۔
”بات تو سنو اس طرح ہوا کہ گھوڑے پر سوار
کمال بھائی چارہ ہیں۔“ اس نے ایک ہی جھٹکے میں
اس کا رخ بھی اپنی طرف کر لیا۔ حملہ بالکل اچانک
تھا۔ وہ تو کڑا پی خراس نے بیٹی نری سے اسے قہام
لیا۔ یہی وہ اس کی سب سے جتنی صحت ہوا۔
اس کے کس کا اس پھیل کی کوئی انکیوں کے
پورول سے جسم میں ساریت نہ خمرس ہوا اور
روگول میں دوڑے خون میں کوئی خوفانے نہ کیا۔
اس کا مسکا ہوا خود شوہی طرح اس کی رگ دوپے

میں اترنے لگا۔ اور ایک عجیب جیش سینے کے
برفستان تک پہنچے گی۔
وہ کچھ دیر پہلے کی ساری بد مری، ”جراثیمی کوئت“
بھول گیا۔
اس کی آنکھوں میں غبار اترنے لگا۔ جب پہنچنے
گئے اور دل کے ساحل پر شوریہ رگولوں کی طرح سر
جھٹکے۔
پتا نہیں اس نے تنج ہوا پاس نہ پت کر کیا ہوا تھا۔
اس میں وہ اپنی خوبصورت نظریں گھڑی اس کی وجہ
سے پاس زیادہ خوبصورت نظر آ رہا تھا۔
اس نے اپنے اختیار اس کے کندھوں پر اپنے دونوں
ہاتھ رکھ کر پکڑ لیا۔
”جی۔“ تنج نے کہا کہ رسی ہو۔ ان آدمی کی
آرٹھ ایک مستی ایک آئیں سرسراہتی رات لگ
رہی ہو۔“ اس کا بھر سر کوئی سے پکڑی ہو چکا تھا۔
”خمر مرغی کو ایک بل پچانل کی آقاؤں اور خمرس
ہوا۔ وہ پہلی پہلی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔ اسے
اپنے خواس مقل ہوتے محسوس ہو رہے تھے۔ اس
کے پکڑ کر پناہ کا عجیب پر پکڑا کر رہے۔
”خمرس میں کیا رانی کشش کیسی ہے۔
مجھے لگتا ہے کہ جیسے میرے جسم کا ایک مشرہ جھد
ہو۔ جو بہت سہل پہلے مجھے سے جدا کر دیا گیا تھا اور آج
یہ کھال کا ہو۔“
”تم میرے لیے بنی ہو خمر مرغی! صرف میرے
لیے۔“ وہ بے خود ہو کر لے لگا اس پر عجیب سی
دوا کی غباری ہو رہی تھی۔
”آج مجھے کل کر اٹھارہ لینے دو خمر مرغی! کہ تم
سے محبت کرنے لگا ہوں۔ اپنی محبت چھٹی کر آج تک
کسی نے بھی نہ کی ہو۔“ اس کا بے پناہ انکار
اوسر اور گیا۔ وہ مقب سے نوازی پچانے غبار چھانے
اس تک کو بھر کھر کھر دیا۔
”خمر مرغی اس پہلے کے ساتھ ہی اوسوں میں آکر پہنچی
تھی۔ پھر پڑ جیوں کی ساتھ ہی بھائی۔ یہ پچا اس کی طرف
سے نکلی تھی۔ وہ بھی جیسے عالم بے خودی سے عالم خود

نشانی میں آیا تو جوں سے زمین نقش محسوس ہوئی۔
”جی۔“ آخری زینت پر چٹ کر رہی ہوئی۔ اس کا سر
رونگ سے پڑنے کی نوک سے غرا ا تھا۔ کسی کی
وجہ سے سرخ سرخ کا زخا خون اس کے رشتی باہوں
سے اڑتا ہوا اس کے چہرے پر پھیل رہا تھا۔
”جی۔“ ”خمر مرغی“ اس نے اس سے کس زیادہ
دلدادہ اور دل غراش تھی۔ وہ ”خمر مرغی“ ہوش میں ہی
پیشاب آیا اور پک کر اس کی طرف گیا۔
”جی۔“ یہاں کمال کی۔ ”جی۔“ ”خمر مرغی“ اس کے
پہلے کس طرح کر گئی۔ ”وہ پہلی پہلی آنکھوں سے
رہی۔ کوئی دیکھنے لگا۔ جیسے اس کا یوں اچانک اس منظر
میں داخل ہوا تو کوئی کوئی غیر فطری سی بات ہو۔
”خمر مرغی نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں
میں عجیب سی کیفیت اتر گئی۔
”جی۔“ اس کو پچانلی سے کر رہی ہے۔ اسے اس پر سے اور
ہمت پکڑا۔
”میرا خیال ہے۔“ یہ بے ہوش ہو گئی ہے۔ ”وہ
جلدی سے اس سے نظریں کھرا کر اس کے اوپر جھکا
اور اسے چھو کر لگا۔
”آپ کی بلا سے۔“ یہ بھی جانے۔ ”وہ اسے جن
آنکھوں سے دیکھ رہی تھی ان میں تھمف آئیز دکو رقم
تھا۔
”میں اہل میں اور پھیل بھائی کو لگا کر آئی ہوں۔“ وہ
جگہ م رسیہ کی حالت دیکھ کر اپنی کمالی صحتی دواں
سے اس کی کالی پکڑا کر اسے روک دیا۔
”میں نہیں۔ میں۔ میں اسے پہل پہل گولے کر
جا ہوں۔ ہاں تم نہیں اطلاع ضرور کو نہ۔“ وہ بری
طرح اسے ہانت دھکیلی دے رہا تھا۔ پھر تنک کر خون
میں اٹھتے۔ رسیہ کو اٹھا کر گ۔ بھائی ہر کل گیا۔ اس
کے جانے کے بعد وہ لیل کو اطلاع دینے نہ بھگا
گئی۔ اسے یہی نہ تھی کہ وہ کدو پھل کر دیوں تک
باقی۔ پھر سے خمرس کے ساتھ۔ وہیں جیوں کی
دوا سے لگے موڑے پڑ گئے۔
اور دوا سے لگ لگا کر آنکھیں بند کر اپنے آپ کو

سنبھالنے کی کوشش کرنے لگی۔
اس کا ذہن شل ہوا جا رہا تھا۔ اس کے دھم سے
کچھ سوچا نہ پچا تھی۔ عجیب سا احساس اس میں تھا۔
یہ حالت ہے اور یہ کدو روٹا ہو گیا۔
اس نے آنکھیں کھول دیں اور دینے کے قریب
بکھرے خون کو دیکھا۔ وہاں بلب کی روشنی میں سرخ
چٹکی کی طرح جھک رہا تھا۔
خون زندگی کی علامت ہو گیا۔ بے ہوش پکڑ رگوں
میں دوڑ رہا ہو۔ بتا ہوا خون تو موت کے سوا کچھ
نہیں۔
اس نے ایک بھر چھری لے کر پھر آنکھیں بند
کر لیں۔ اس کا ذہن اچانک روٹا ہوئے والے
حالت سے سوچ رہا تھا۔
وہ تو اس سے پہلے کا ذہن سے از کر اتر رہی تھی
تھی۔ تو کیا وہ اس وقت میں غازی تھی اپنے کے اوپر
جس پھیل ہذا ت کی روش میں۔ رہا تھا۔ پھر اترتے
رگ کی تھی۔ اور شاید رکانی مقب ہوا تھا۔ شاید
یہ اس حالت کا سبب بنا تھا۔
”خمر مرغی۔“
اس کا ہی پہلے میں تھا۔ اس کے شوہر کا دل
نفس امان پہلے تھا۔
وہ ایک بار پھر آنکھیں کھول کر خون کو کھورے
گئی۔
جب مقب سے اسے قدموں کی تواز آتی پھر لہلہ
لی کی تواز ملانی دی۔
”جی۔“ یہ سب جیسے ہو گیا۔ ”ب۔“ اور اور کیا ہی ہو گیا
یہ لگا لے کر۔“
اہل نے اس کا کدو ہالیا تو وہ کسی لہلی ڈال کی
طرح ان سے لگ گئی۔
”جی۔“ اسے کچھ نہیں ہو گیا۔ کچھ نہیں ہو گیا۔
شہین اسے پہلے سے لگا ہے۔ وہاں سے اس نے
فون کر کے ہم خبر دی۔ یہ فکرت کو کوئی نہ ہوا۔
نہیں سے لیا۔ وہ ہوا ہے کھل جاتے ہیں انکرا اترتے
چڑھتے۔ کھل اور کھل بھی لوہری کوٹے ہیں۔“

عہد پر بھائی اسے بھل بھل دوتے دیکھ کر تھیلیاں
دینے لگیں۔ محنت بھائی بھی ساتھ ہی اوجھرتی
تھیں۔

"میرا خیال ہے سعدیہ کو فون کرو اس کے منیکے
میں یہ خبر نہ تو ضروری ہوگ۔"

ابن محنت بھائی سے کہہ رہی تھیں۔ وہ اپنے
آٹو میں بیٹھ کر سے گاڑی۔ اسے کچل قرار نہیں
آ رہا تھا وہ فرش پر گئے۔ کھڑکی دی۔ ہر گھر کا فرش
پر دھواستہ ٹیکہ کار فرش ہے۔

جائے تفتاد کوڑا کر گیا کہ اسے ایک اداں کے
روٹے کی تار ڈالنا ہی وہ دیکھ کر ہرمانی۔

ابن ریشہ رو تھا۔ دوری تھی۔ محنت بھائی
انہیں سمجھا رہی تھیں پھر ریشہ رو ان کے ہاتھ سے
لے کر کسی سے بات کرنے لگیں۔ اور انکلی سے
ریشہ رو کیٹیل پر ڈال دیا۔

وہ دروازے پر ہی گرہ لگی۔ محنت بھائی بے
حال اداں کو سنبھالتے ہوئے خود بھی رو پڑی تھیں۔

اس کی طرف نظریں انھیں اسے کچھ مٹاتا جا کر
آنسوؤں کی پرورش سے قوت کو ملتی تھی سب کچھ ان
کے ہونٹ جیسے کباب کر رہے تھے۔

انہیں محسوس ہونے لگا۔ رگدہ میں ایک فنکار
انہیں محسوس ہوئی جس سے سانس بند ہونے لگا۔

لگی۔

اپنے حلق سے اٹھنے والی جلا کا اس نے بمشکل گلا
گھونٹا تھا۔ اس نے اس وقت کو اپنی جاکھ گھونٹ

والا تھا اور گرم ہو گئی تھی گرمی کی بہت کے ساتھ
اس کے سینے والوں کی ہل خراش تھیں۔ مین کے گھر کو
ماہی رنگ سے ڈھکا تھا۔

شہید سرجھانے کو اور دھڑلے دھول پٹا
انہی ہی کو اس کی آخری تمام جگہ ملے جانے کے نام

کر رہا تھا ساتھ ہی ساتھ ہی لپکنا کر ڈالا ساتھ۔ کبھی
کسی کو ملنے کی حسیلاتا تھا۔

سب ہی اس معاملے پر انھوں نے اکتفا کر رہے
تھے۔

"ریشہ کیسے مر گئی شہید! ابھی تو اس نے زندگی
کی طرف سلام قدم بھجوا تھا۔" وہ سوچ کر رات اس
کے پاس پہلی گئی۔ اس کے اندر ایک آگ بھل رہی
تھی تو کسی طور بھی نہ دھاری تھی۔ شہید نے سرواٹھا

کر اس کی طرف دیکھا مگر زیادہ دیر نہ تک نہ دیکھ سکا اور
نظریں پر آپٹ۔

"موت تو بڑی روح کو آتی ہے۔ اس کے دن
پورے ہو گئے تھے یہ معاملہ تو بہتانا۔"

"تم کہتے ہو وہ ریشہ سے کس طرح پہلی اس
کے گھر کو کسی بات سے بچا تھا۔"

"میں کیا کیا کرتا ہوں۔ اس نے خوفزدہ ہو کر
اس کا ہڈ پکڑا پکڑا اسے لگا دیا۔"

"بھول جاؤ سب۔ ہوا اس روز میں سے تم سے
پانچ میں اور یہ کہ تم وہاں موجود تھیں۔ بلکہ ہم

وہاں میں سے پہلی گئی تھی میں قہر زدہ ہونے
ہوئے پہلی گئی تھی۔ کچھ نہ ہوا یہی بات۔"

اس کے چہرے پر نگاہیں گاڑے دہکتی سے اسے
سجھا رہا تھا۔ وہ صرف مستغناہ الفوی کے ساتھ تم

انھیں لے کر دیکھ رہی تھی۔

اس کا دل اس خبر کو تسلیم کرنے کا حوصلہ نہیں
پا رہا تھا۔

اس نے دینے کی طرف نظریں کیں۔

"میں اس کی قسمت میں یہ معاملہ لکھا ہوا تھا۔ تم
راہ تھا۔"

(ابن ریشہ) "قسمت اچھے ہوئے ہیں نہیں کسی کی
وقت اسے اپنے اہل کی گئے مگر میں۔ اپنی سیوا

کاروں اپنے اہل کی بد تمیزوں کو چھپائیں اس
(سے)

وہ اس کی گرفت سے نکل کر فرش پر بیٹھ گئی۔
اس کے سنسنے ذہن میں نہیں ایک سی بندہ کوئی

رہا تھا۔ ریشہ مر گئی۔ اور اس کا دل کہہ رہا تھا کہ مار
دیا جائے۔

اس کا دل کہہ رہا ہے۔

ریشہ کا خیال تھا۔ جس کے قاتل کو لوگ گرفتار
کر لیتے ہیں۔ روح کے قاتل کو کوئی جاننا تک نہیں۔

مگر ان دنوں اس کے جاننا تھا کہ تمہارے تو ہم کا
قاتل بھی گڑا حکوم رہا ہے۔ بلکہ ایسے قاتل اسی
طرح آکر آکر ہوتے ہیں۔

♥ ♥ ♥

اس گھر کا مول تہہ تہہ آگ سے آگ و دھن میں ڈھلنے
لا گیا تھا۔ کراس اس کا مائل سے گرو پڑی تھی۔ اور

اس گھر کے کینٹول سے دھکیلی کیم خم ہو چکی تھی۔ اور
بلکہ قسام انسانوں سے اسے بے زاری ہونے لگی

تھی۔ اس کا دل چاہا رہا تھا سب کچھ چھوڑ کر گیس
کھینکے۔ کسی کو نہ سمجھتا تھا۔

اس نے ابو کے نام لیا اور ڈاکھ لکھا کہ اسے کوئی
پینے کا پانی دے۔ وہ نہ پانی دے کر کہہ رہی تھی۔

دونوں ابعدہ آگ کی حسب کچھ ہوں گی تھا پر ریشہ
گرو بھی تھی۔ شاید اس نے اسے دیکھا نہیں اور چاہے

کی زہت تک نہ کی تھی۔ شہید بھی پیچھے سونا
تھا ابھی کچھ روز پہلے تک اس نے اس گھر کو چلتا ہوا

دیکھا تھا۔ اور اس گھر کو آدھ اور لڑکی کو اس سے نہیں
دیکھا تھا۔ وہ بول۔ صاف "تھرا" دھونکی کی طرح گویا اور

چٹکا تھا۔ اس کے گڑا امید ہو گئی تھی کہ ریشہ اور
کہ وہ اب اس کی سی کرنا سے ناکر تھی۔ ریشہ بھائی

تھی۔

وہ گویا انگلیاں پھیرتی اس کے اسٹیرو کے پاس
آکر روک کر پھر اسٹیرو سے بیٹ نکلی کر گھٹنے لگی۔

یہ اس کی موٹے فوٹ کیٹ تھی مگر اس نے یہ
سننا چھوڑ دی تھی۔ اور عرصی کی لڑکی ہوئی کیسی

بگبی نہیں بن کر رہی تھی۔

سب کچھ قہر زدہ زندگی رگت والی۔ موتی جیسی
لڑکی نہیں تھی۔ جس کے پیچھے وہاں اس کا کشش زیادہ

راست اس کے دل پر اثر کرتی تھی۔

وادی ہی اس کے دل پر کو نہ لگے تھی تو وہ کیٹ
لے بیٹھ کر آگئی۔

"عرسی!" شہید نے اسے ایک دن گھیر لیا۔ وہ
کمرے میں اپنی کتابیں سمیٹ رہی تھی۔

"میں واقعہ کہ تمہاری تعلیم کا بہت زیادہ نقصان
کیا ہے۔ بہت کم شرمندہ ہیں کہ تمہارے اس جتنی

ماتر کے اتنے دن ضائع ہو رہے ہیں۔ وہ پکے کی
سل شش و شش کھائی سے رہا تھا۔

"اس کا ازالہ ہو سکتا ہے۔ میں تمہاری پوری مدد
کر رہا ہوں۔ کیا خیال ہے تم سے شروع نہ ہو جائیں

اس کے کو آب تہہ نہ بھولیں۔" وہ کتاب اٹھائے۔ "میں
خیر بہم کے ساتھ اس کی طرف دیکھنے کا گمراہ ہو چکی

تھی۔"

"اس کا ازالہ کہاں ممکن ہے۔ جو نقصان ہو چکا ہے
وہ سو کے ساتھ ہی ادا کرنے سے پرہیز نہیں ہوا۔"

ایک بیوی مسکراہٹ اس کے لبوں پر گھڑ گئی۔
"یہاں سوجھ رہی ہو؟" وہ اس کے نزدیک چلا آیا۔

وہ خاموش رہی۔ اس کی آنکھوں کے زہری
اکتارے سرخ ہو گئے تھے۔ شاید وہ اپنے آنسو روکنے

کی کوشش کر رہی تھی۔

"عرسی! تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے
عرسی۔" وہ کتاب ایک طرف ڈال کر دیکھنے کے لیے میں

پڑا۔ پھر اس پر ایک نظر ڈالی۔ وہ ہنوز اسے ڈھیلے پر
کھڑی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ مجھے زیادہ وضاحت نہیں کرنا
پڑے گی۔ تم سمجھ رہا رہو۔ جانتی ہو میں کیا کرنا چاہتا

ہوں۔ پھر ادا کرنا نہیں ہے۔ یہ تو بوسے کو
بلکے سے مسکرا رہی۔ عرصہ تو اس مسکراہٹ نے اس کی

روح کو چھوڑا۔ اس کے دل میں پہلی پہلی نور نہ
اس کی پہلوں کو شرمیں ہو چھوڑے۔ کھنکھار گیا۔ وہ

مٹی کے بت کی طرح پھیلنے اور اٹھانے پر بھی ایسا وہ
رہی۔

"میں اب زندگی سے اپنا حصہ وصول کرنا چاہتا
ہوں۔ خیر فیصل سے اپنے دل کا چہرہ مرکا کرنا چاہتا ہوں۔

مجھے تمہاری ضرورت ہے عرسی! تمہاری ہر پرور
رفاقت کی۔" اس نے اپنے غرا پناہ عجائب نہ دیا۔

”رفاقت تو وہی اچھی اور پائیدار ہوتی ہے۔ جو باہمی ربط، بھروسہ، تعاون اور ہمدردی کے گارے سے تعمیر ہو۔“ وہ گویا اپنا دفاع بھی کر رہا تھا۔

”زبردستی کے بندھن بہت کمزور ہوتے ہیں۔ انہیں لاکھ کوشش کے باوجود آپ قائم نہیں رکھ سکتے۔ ہمیں دیکھنا چاہیے کہ زندگی واقعی خوشہورتی، حسن، کیف و سرور کا پیغام بھی ہے۔ مجھے محسوس ہوا کہ میں اب تک ایک اجازت و برائے اور بے کار زندگی گزار رہا تھا۔ بلکہ خود زندگی کا ایک بے کار، معصوم، معطل بن کر رہ گیا تھا۔ شاید اس لیے کہ جذبے ہی ہمیں زندہ رکھتے ہیں، ہمیں بیدار رکھتے ہیں اور سبکی، بیداری زندگی کے حسن کو جذب کرنے اور محسوس کرنے کی لذت سے ہم کنار کرتی ہے۔“

پتا نہیں وہ لفظوں کی شعبہ بازی سے اسے متاثر کرنے کی کوشش کر رہا تھا یا اپنے ہندوئوں کی شدتوں کا احساس دار رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بھی کچھ ایسی ہی کیفیت تھی۔

وہ چلیں جھکا گئی اور پلٹ کر پیچھے بکھری گئیں۔

”کچھ گوی نہیں عسری۔“ اس نے جب کہ اس کے متحرک ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر اسے دل توڑ لگا ہوں سے دیکھا۔

عسری کو اپنے پہلو سے آج اچھی محسوس ہونے لگی۔ ایک ہل کو اس نے فطریں اٹھائیں۔ ہلکا سا مسکنا تصادم ہوا۔ اور شہنیل کے دل میں گویا طوفان لے آیا۔ جب کہ وہ جلدی سے چلیں جھکا کر اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے نکال کر دوبارہ آنتیں سمیٹنے لگی۔

کیوں نے عرض مضطرب مومن صنم آخر خدا نہیں ہونا وہ ایک ٹھنڈی سانس بھر کر اسے دیکھنے لگا۔ پھر مسکرایا۔

”خاموشی بھی اقرار کا ایک انداز ہی ہوتا ہے عسری جی۔ ہم تو یہی سمجھیں گے یا پھر نہ۔“
وام خوشبو میں گرفتار صبا ہے کب سے

لفظ انکار کی الجھن میں پڑا ہے کب سے اچانک عطلہ بھا بھی کی تو از گئی۔ وہ شاید عسری کو ہی پکار رہی تھیں۔ وہ سچا کر چلی اور دروازے کی طرف پیٹھ لی۔ وہ بحث سے اس کے آگے بھیل کر کھڑا ہو گیا۔

”اول ہوں ایسے نہیں۔ کوئی مسکنا سا جواب تو دینا ہی پڑے گا۔ خاموش اقرار کا اپنا حسن ہے۔ سکرل کی تیار ی اور سیرابی کے لیے انکار کا چھڑکاؤ بھی ضروری ہے۔“ وہ جڑبڑی ہوئی اسے دیکھتی رہ گئی۔ عطلہ بھا بھی کے آجانے کا خوف تو بہر حال اسے ایسا نہ تھا۔ شاید وہ ہر خوف، ہر دہم، ہر شے سے بے نیاز ہو گئی تھی۔ مگر اس کی قیمت اس کی سوجھ بوجھ کی اس پر وحشت بن کر چھائی ہوئی تھی۔ اس نے ایک ہلکی سی سانس بھر کر دوستانہ مسکراہٹ کے ساتھ اس کو دیکھا اور دھیرے سے ہلے۔

سوا ہے عمر بھر کا کوئی کھیل تو نہیں اسے چپم یار مجھ کو ذرا سوچنے تو دے شہنیل بے خود سا اسے دیکھتا رہ گیا۔ اس نے اسی مسکراہٹ کے ساتھ دروازے کی طرف اشارہ کیا تو وہ ہلکے سے آنکھوں کو جنبش دے کر مسکرایا اور اس کے ہلے بکھیرے تیار ہر گز نہ کیا۔



رات اس نے اپنے اور عسری کے سلسلے میں بات کی تو اہل سلسلے تو اس کی شکل دیکھتی رہ گئیں۔ پھر ایک گہری سانس لینے کی تہ سے بچنے کر اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

”ہاں عسری بڑی پیاری بچی ہے۔ خود میرا دل بھی جی مانو تو ایسا ہی سوچ رہا تھا۔ بلکہ جس روز تلی تھی اسی روز سے میرے دل کو بھانگی تھی مگر۔“ انہوں نے ایک اور ٹھنڈی سانس کھینچی۔

”اب کیا مسئلہ ہے اہل اب تو کوئی رکاوٹ بھی نہیں ہے۔ آپ شائستہ آغلی سے بات تو کریں۔“
”ہاں ہاں، اب بھلا کیا رکاوٹ ہے، میں جلد ہی بات کروں گی مگر عسری کی رضامندی بھی تو ضروری

